اِلہامی پیغام

پطرسؔ کے پہلے عام خط

کی

تفسیر

مُصنّف

جاناتھن ٹرنر

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ناشرین:

آوازِ حق

۲۰۱۷

www.awazehaq.com

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۱	مُصنّف اور خط کے پڑھنے والے	۱
۲	خُدا کی شخصیّت	۷
۳	خُدا کے چُنے ہُوئے لوگ	۱۰
۴	دُکھ تکلیف میں حمد کرنا	۱۶
۵	اِیمان کا اجر	۲۲
۶	خُدا کے منصوبے کا اِظہار	۲۹
۷	نجات کی اہمیت	۳۵
۸	نجات اور فرائض	۴۱
۹	خوف کے ساتھ	۴۷
۱۰	اخِیر زمانہ	۵۳
۱۱	حق کی تابعداری اور محبّت	۵۹
۱۲	بیج	۶۵
۱۳	زِندہ پتّھروں سے بنا ہُوا رُوحانی گھر	۷۲
۱۴	کونے کے سِرے کا پتّھر اور خُدا کی اُمّت	۷۸

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۱۵	دو اصُولوں کے تحت رویہ	۸۴
۱۶	حکومت سے تعلق	۹۰
۱۷	نوکر، مالک کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں؟	۹۵
۱۸	بیویوں کو ہدایت	۱۰۰
۱۹	شوہروں کو ہدایت	۱۰۶
۲۰	با اِیمان بہن بھائیوں سے تعلقات	۱۱۲
۲۱	مسیح کو خُداوند جان کر	۱۱۸
۲۲	دُکھ سہنے کا مقصد اور نجات کی کارروائی	۱۲۴
۲۳	گُناہ سے فراغت	۱۳۰
۲۴	ظُلم سہتے ہُوئے رویہ	۱۳۶
۲۵	مسیح کے لِئے دُکھ سہنا	۱۴۳
۲۶	بزُرگوں کو نصِیحت	۱۴۹
۲۷	فروتنی سے مُخالِفت کا مُقابلہ	۱۵۵
۲۸	اِلہام کا مطلب اور خط لِکھنے کا مقام	۱۶۱

تمہید

پاک کلام میں لکھا ہے، ''ہر ایک صحیفہ جو خُدا کے اِلہام سے ہے تعلیم اور اِلزام اور اِصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لِئے فائِدہ مند بھی ہے تاکہ مردِ خُدا کامِل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لِئے بِالکل تیّار ہو جائے۔'' (۲۔تِیمُتھیُس ۳:۱۶۔۱۷)

''اِلہامی پیغام'' عُنوان کے تحت ہم آپ کی خدمت میں بائبل مُقدّس کی مختلف کتابوں کی تفسیر پیش کرتے ہیں تا کہ نہ صِرف مسِیحی بلکہ غیر مسِیحی دوست بھی حکمت و زندگی سے بھرپور پاک کلام کو آسانی سے سمجھ کر خُدا کی نظر میں کامل و نیک بن سکیں۔ مگر آیئے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ''اِلہام'' کیا ہے؟ اِلہام جس یُونانی لفظ کا ترجمہ ہے، اُس کا مطلب ہے ''وہ جو خُدا کی طرف سے پُھونکا گیا''۔ یعنی جس طرح خُدا نے عملِ تخلیق کے وقت اِنسان کے نتھنوں میں اپنی رُوح پُھونکی تھی، اُسی طرح اُس نے پاک صحیفوں میں بھی اپنی تخلیقی رُوح پُھونک دی ہے۔ رُوح اُلقُدس کی یہ سرگرمی ابتدائی کلیِسیا کے لِئے اِس بات کا ثبوت تھی کہ یہ صحیفے اِلہامی ہیں۔ خُدا نے اپنے پاک رُوح کے وسیلے سے اپنا کلام اِنسانی لفظوں میں پُھونک دیا۔ اِسی ٹھوس حقیقت پر مسِیحی کلیسیا نے ہمیشہ دعویٰ کِیا کہ بائبل مُقدّس ایک اِلہامی کتاب ہے، یعنی اُس کا منبع و سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدّس میں سے پطرسؔ کے پہلے عام

منبع و سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدّس میں سے پطرسؔ کے پہلے عام خط کی تفسیر پر غور کریں:

پہلا باب

مُصنّف اور خط کے پڑھنے والے

(۱-پطرس ۱:۱)

''پطرسؔ کی طرف سے جو یِسُوعؔ مسیح کا رسُول ہے۔۔۔'' اِن الفاظ کے ساتھ پطرسؔ، مسیح کے پیروکاروں کے نام اپنے خط کا آغاز کرتا ہے۔ یہ ہیں وہ مختصر الفاظ جن میں مُصنّف اپنا تعارف کرواتا ہے کہ وہ کون ہے اور لکھنے کا اِختیار ظاہر کرتا ہے۔

پطرسؔ کون تھا؟ پطرسؔ کا پیدائشی نام شمعُونؔ تھا۔ وہ مسیح کے سب سے پہلے شاگردوں میں شامِل تھا، اور یہ مسیح ہی تھا جس نے اُس کا نام تبدیل کِیا۔ یُوحنّاؔ کی اِنجیل پہلا باب، اُس کی ۴۱ سے ۴۲ آیت میں اِس بارے میں لکھا ہے، ''اُس نے پہلے اپنے سگے بھائی شمعُونؔ سے مِل کر اُس سے کہا کہ ہم کو خرِستُس یعنی مسیح مِل گیا۔ وہ اُسے یِسُوعؔ کے پاس لایا۔ یِسُوعؔ نے اُس پر نگاہ کر کے کہا کہ تُو یُوحنّاؔ کا بیٹا شمعُونؔ ہے۔ تُو کیفاؔ یعنی پطرسؔ کہلائے گا۔''

پطرسؔ کا مطلب ہے ''پتھر۔'' ہم صِرف اندازے ہی سے کچھ کہہ سکتے ہیں کہ مسیح نے پطرسؔ کو پتھر کا نام کیوں دیا۔ کچھ لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ پطرسؔ کو پتھر کا نام اِس لِئے دیا گیا کیونکہ مسیح اُس پر اپنا چرچ یعنی کلِیسیا

بنانا چاہتا تھا۔ اُنہوں نے یہ تصور متّیؔ کی اِنجیل ۱۶ باب، اُس کی ۱۵ سے ۱۸ آیت سے لِیا ہے جہاں مسیح، شاگردوں سے سوال پوچھتا ہے، ''۔۔۔تُم مُجھے کیا کہتے ہو؟ شمعُونؔ پطرس نے جواب میں کہا تُو زِندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے۔ یِسُوعؔ نے جواب میں اُس سے کہا مُبارک ہے تُو شمعُونؔ بریُوناہؔ کیونکہ یہ بات گوشت اور خُون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تُجھ پر ظاہر کی ہے۔ اور مَیں بھی تُجھ سے کہتا ہُوں کہ تُو پطرسؔ ہے اور مَیں اِس پتھر پر اپنی کلِیسیا بناؤنگا اور عالمِ ارواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے۔''

لیکن اصلی یُونؔانی زبان کا مطالعہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسیح، پطرسؔ یعنی پتھر پر اپنی کلِیسیا قائم نہیں کرنے والا تھا بلکہ سچائی کی اُس چٹان پر جس کا اِظہار پطرسؔ نے مسیح کے بارے میں کِیا تھا۔ اِس ہی خط کے ۲ باب کی ۴ سے ۸ آیت میں پطرسؔ بذاتِ خود یہ بات واضح کرتا ہے کہ مسیح ہی کونے کے سرے کا وہ ''پتھر'' ہے جس پر کلِیسیا کھڑی کی گئی۔ اور اب سوال یہ ہے کہ مسیح نے پطرسؔ کو پتھر کیوں کہا؟ شائد مسیح آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا جب پطرسؔ پر اعتماد و بھروسہ کِیا جا سکتا تھا کہ وہ کلِیسیا کے لِئے قوت و طاقت کا وسیلہ بنے گا۔ مسیح نے ایک موقع پر اُس سے کہا، ''شمعُونؔ! شمعُونؔ! دیکھ شیطان نے تُم لوگوں کو مانگ لِیا تاکہ گیہوں کی طرح پھٹکے۔ لیکن مَیں نے تیرے لِئے دُعا کی کہ تیرا اِیمان جاتا نہ رہے اور جب تُو رجُوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبُوط کرنا۔'' (لُوقا ۲۲:۳۱۔۳۲)

پطرسؔ لکھتا ہے کہ وہ ''یسُوعؔ مسیح کا رسُول'' ہے۔ ''رسُول'' کا لقب اُسے مسیح نے دیا۔ لُوقاؔ کی اِنجیل میں لکھا ہے، ''۔۔۔اُن دِنوں میں ایسا ہُوا کہ وہ پہاڑ پر دُعا کرنے کو نکلا اور خُدا سے دُعا کرنے میں ساری رات گزاری۔ جب دِن ہُوا تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن میں سے بارہ چُن لِئے اور اُن کو رسُول کا لقب دیا۔'' (لُوقا ۶:۱۲-۱۳)

پاک کلام میں چار مختلف جگہیں ہیں جہاں اِن بارہ آدمیوں کے چُنے جانے کا ذکر ہے۔ ناموں کی اِن چار فہرشتوں میں پطرسؔ کا نام سب سے پہلے نمبر پر ہے۔ یہ ایک واضح اِشارہ ہے کہ پطرسؔ کے لِئے مسیح اور کلِیسیا کے دِل میں کِس قدر عزت و احترام تھا۔ مرقسؔ ہمیں بتاتا ہے کہ رسُول چُنے جانے کا مقصد کیا تھا۔ ''۔۔۔اُس نے بارہ کو مقرّر کِیا تاکہ اُس کے ساتھ رہیں اور وہ اُن کو بھیجے کہ منادی کریں اور بدرُوحوں کو نکالنے کا اِختیار رکھیں۔'' (مرقس ۳:۱۴-۱۵) مسیح نے اِن بارہ آدمیوں کو طاقت بخشنے کے ساتھ ساتھ تربیت بھی دی تاکہ اُس کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

''رسُول'' کا بُنیادی مطلب ہے ''وہ جو بھیجا گیا۔'' لیکن مسیح چاہتا تھا کہ یہ بارہ رسُول ایک اَور اہم کردار ادا کریں۔ اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد اور آسمان پر اُٹھائے جانے سے تھوڑی دیر پہلے، مسیح نے رسُولوں سے کہا ''۔۔۔اور یروشلیم اور تمام یہُودیہؔ اور سامریہؔ میں بلکہ زمین کی اِنتہا تک میرے گواہ ہو گے۔'' (اعمال ۱:۸) یُونانی لفظ جس سے ''گواہ'' ترجمہ کِیا گیا ہے، اُس کا ایک مطلب ''شہید'' بھی ہے۔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا ایک

ٹھوس اور جامع ثبوت یہ ہے کہ وہی پطرسؔ جس نے صلیب دیئے جانے سے پہلے مسیح کا اِنکار کِیا، بعد میں زِندہ مسیح کے لِئے جان دینے تک کے لِئے تیار ہو گیا۔ پطرسؔ کے خط کا ایک موضوع یہ ہے کہ مسِیحی تکلیف و مصیبت کِس طرح برداشت کرنا چاہیے۔ یہ موضوع وقت کے لحاظ سے نہایت اہم تھا کیونکہ کلِیسیا پر ظُلم و تشدد ہونے والا تھا، اور پطرسؔ خود اُس کا شکار ہو کر جان دینے والا تھا۔ مسیح نے اُس کے بارے میں بالکل ایسا ہی کہا تھا: ''مَیں تُجھ سے سچ کہتا ہُوں کہ جب تُو جوان تھا تو آپ ہی اپنی کمر باندھتا تھا اور جہاں چاہتا تھا پھِرتا تھا۔ مگر جب تُو بُوڑھا ہو گا تو اپنے ہاتھ لمبے کرے گا اور دُوسرا شخص تیری کمر باندھے گا اور جہاں تُو نہ چاہے گا وہاں تُجھے لے جائے گا۔ اُس نے اِن باتوں سے اِشارہ کر دیا کہ وہ کِس طرح کی موت سے خُدا کا جلال ظاہر کرے گا۔۔۔'' (یُوحنّا ۲۱:۱۸-۱۹) تاریخی واقعات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ عین ممکن ہے کہ پطرسؔ تقریباً ۶۹ سنہ ء میں رومؔ میں صلیب دیا گیا۔

پطرسؔ اپنے خط میں یوں مخاطب ہوتا ہے: ''۔۔۔اُن مُسافروں کے نام جو پُنطُسؔ، گلتیہؔ، کپّدُکیہؔ، آسِیہؔ اور بِتُھنیہؔ میں جا بجا رہتے ہیں۔'' (پطرس ۱:۱) یہ رومیؔ بادشاہت کے صوبوں کے نام ہیں اور یہ تمام علاقے اُس مُلک میں تھے جسے آج ترکی کہتے ہیں۔

پطرسؔ اُن لوگوں کو جن سے وہ مُخاطب ہے ''مُسافر'' کہتا ہے۔ اِس لفظ کے دو مطلب نکل سکتے ہیں۔ ایک تو اُن لوگوں کے لِئے یہ لفظ اِستعمال ہو سکتا ہے جو اپنے مُلک سے باہر رہتے تھے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ پطرسؔ جن لوگوں

سے مُخاطب ہے اُن کو مسیح یسُوعؔ پر اِیمان رکھنے کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالا ہو۔ اُنہیں اُن کے مُلک سے زبردستی باہر دھکیل دیا ہو اور اب وہ مہاجر بن کر رہتے ہوں۔

''مُسافر'' کا دُوسرا مطلب رُوحانی ہے، اور یہ سب مسیحیوں کے لِئے اِستعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ مسیح کے پیروکاروں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اِس دُنیا سے سچی وفاداری نہ رکھیں۔ فِلپّیوں ۳ باب، اُس کی ۲۰ آیت میں لکھا ہے، ''مگر ہمارا وطن آسمان پر ہے۔۔۔'' ''مُسافر'' کا مطلب جس طریقہ سے پطرسؔ بیان کرتا ہے ''اِیمان کی حالت میں زِندگی گزارنے والا شخص'' ہے۔ اِسی مطلب کا ایک نمونہ عبرانیوں کی کتاب ۱۱ باب، اُس کی ۱۳ سے ۱۶ آیت میں ہے: ''یہ سب اِیمان کی حالت میں مرے اور وعدہ کی ہُوئی چیزیں نہ پائیں مگر دُور ہی سے اُنہیں دیکھ کر خُوش ہُوئے اور اِقرار کِیا کہ ہم زمین پر پردیسی اور مُسافر ہیں۔ جو ایسی باتیں کہتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اپنے وطن کی تلاش میں ہیں۔ اور جس مُلک سے وہ نکل آئے تھے اگر اُس کا خیال کرتے تو اُنہیں واپس جانے کا موقع تھا۔ مگر حقیقت میں وہ ایک بہتر یعنی آسمانی مُلک کے مُشتاق تھے۔ اِسی لِئے خُدا اُن سے یعنی اُن کا خُدا کہلانے سے شرمایا نہیں چنانچہ اُس نے اُن کے لِئے ایک شہر تیار کِیا۔''

اپنے خط کے دُوسرے باب میں بھی پطرسؔ پڑھنے والوں کو ''مُقدس قوم'' کہتا ہے۔ اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے دُنیا میں جا بجا پھیلے ہُوئے ہیں اور بعض اوقات وہ اپنے آپ کو کِسی مُلک کا شہری بھی نہیں کہہ سکتے، لیکن خُدا

اُنہیں رُوحانی مُلک کا شہری مانتا ہے۔ وہ سب جو مسیح کی پیروی کرتے ہیں اُن کے لِئے آسمان پر مُستقِل گھر ہے۔ شائد دُنیا میں اُنہیں رد کر دیا ہو مگر خُدا کے خاندان میں اُن کے لِئے جگہ ہے۔

دُوسرا باب

خُدا کی شخصیّت

(۱-پطرس ۱:۲)

پطرسؔ رسُول اپنا پہلا خط اُن ''مُسافروں'' کے نام لکھتا ہے جو ''۔۔۔خُدا باپ کے علمِ سابق کے مُوافِق رُوح کے پاک کرنے سے فرمانبردار ہونے اور یِسُوعؔ مسیح کا خُون چھڑکے جانے کے لِئے برگزیدہ ہُوئے ہیں۔۔۔'' (۱-پطرس ۱:۲)

اگرچہ پطرسؔ کا یہ تمہیدی بیان بہت چھوٹا ہے، مگر پھر بھی یہ اپنے اندر بہت سی گہری سچائیاں لِئے ہُوئے ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ پطرسؔ خُدا کا بحیثیت باپ، رُوح، اور یِسُوعؔ مسیح کے ذکر کرتا ہے۔ کیونکہ بائبل مُقدس باپ، رُوح اور مسیح کے لِئے ایسے الفاظ اِستعمال کرتی ہے جو صِرف اور صِرف اُلُوہیت کے لِئے اِستعمال ہوتے ہیں، مسیحیوں پر اکثر یہ اِلزام لگایا جاتا ہے کہ وہ تین خُداوَں کی پرستش کرتے ہیں، یا کِسی اَور کو خُدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ ایک نہایت سنگین غلط فہمی ہے۔ خُدا صِرف ایک ہے، اور مسیحی اُسی خُدائے واحِد کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ لیکن خُدا واحِد ہونے کے باوجود اپنی طبیعت و شخصیت کے مختلف پہلو ہم پر بحیثیت باپ، یِسُوعؔ مسیح (جس کو خُدا کا بیٹا بھی کہتے ہیں) اور

رُوح کے ظاہر کرتا ہے۔ اِس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں کہ خُدا کی شخصیت و کردار کے مختلف پہلو ہیں۔ خُدا نے اِنسان کو اپنی شبیہ پر بنایا، اور جب ہم اپنے آپ کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو ہم لفظ بدن، جان اور رُوح اِستعمال کرتے ہیں۔ کیا تخلیق کار اپنی اُس مخلوق سے جسے اُس نے خود بنایا کم پیچیدہ ہو؟

اگرچہ کلامِ مُقدس ہمیں بتاتا ہے کہ ہم خُدا کی شبیہ پر بنائے گئے ہیں، (پیدائش ۱:۲۶-۲۷) مگر پھر بھی ہمارے لِئے خُدا کی طبیعت و شخصیت کو پورے طور پر سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تخلیق ہونے والی چیز اپنے تخلیق کار کی پوری طور سمجھ حاصل کر لے؟ لہٰذا جب پطرسؔ رسُول خُدا کے علمِ سابق کے بارے میں لکھتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ہم اِس کا مطلب پورے طور پر سمجھ سکیں۔ خُدا وقت کی قید میں نہیں ہے۔ اُس کے لِئے ہر چیز زمانۂ حال میں ہے۔ وہ سب جانتا ہے کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ اِسی لِئے کچھ لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خُدا بس ہر چیز کو کروانے والا ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ اُس نے بنی نوع اِنسان کو آزاد مرضی دے رکھی ہے۔ ہر ایک آدمی اچھے یا بُرے کا انتخاب کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ لیکن خُدا جانتا ہے کہ ہم میں سے کون کیا انتخاب کرے گا، اور اِسی لِئے اُس نے ہر شخص کا انجام پہلے سے چُن رکھا ہے۔ رومیوں کے نام خط ۸ باب، اُس کی ۲۹ سے ۳۰ آیت میں پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ”کیونکہ جن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مقرّر بھی کِیا کہ اُس کے بیٹے کے ہمشکل ہوں تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا

ٹھہرے۔ اور جن کو اُس نے پہلے سے مقرّر کِیا، اُن کو بُلایا بھی اور جن کو بُلایا اُن کو راستباز بھی ٹھہرایا اور جن کو راستباز ٹھہرایا اُن کو جلال بھی بخشا۔" جب پطرسؔ اُن کو جو خُدا کے علمِ سابق کے مطابق چُنے گئے ہیں لکھتا ہے تو وہ اُنہیں خُدا کے اُس جلال کے بارے میں یاد دِلا رہا ہے جو پہلے سے اُن کے لِئے رکھا گیا ہے۔ اگرچہ اِس دُنیا میں اُنہیں نفرت و حقارت سے رد کِیا گیا، لیکن خُدا کی نظر میں وہ پُر جلال ہیں۔

اپنے تمہیدی بیان میں پطرسؔ اپنے خط کے بُنیادی موضوع کا تعارف، خُدا کی مختلف خصوصیات کے مختصر ذکر سے کرتا ہے: خُدا باپ چُنتا ہے، رُوح پاک کرتا ہے اور یِسُوعؔ مسیح خلاصی بخشتا ہے۔

تیسرا باب

خُدا کے چُنے ہُوئے لوگ

(۱-پطرس ۱:۲)

پطرسؔ جن لوگوں کو یہ خط لکھ رہا ہے، اُنہیں بتاتا ہے کہ خُدا باپ نے اُنہیں چُن لیا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ خُدا کی نظر میں وہ خاص مقام رکھتے ہیں۔ وہ خُدا کے لوگ ہیں، اور اُن کا خُدا سے رشتہ اِتنا نزدیکی ہے کہ اپنے خط میں پطرسؔ اُنہیں خُدا کے فرزند کہتا ہے (۱-پطرس ۱:۱۴)۔ ہوسیعؔ نبی اِس کی پیشن گوئی کرتے ہُوئے لکھتا ہے، ''۔۔۔جہاں اُن سے یہ کہا جاتا تھا کہ تُم میرے لوگ نہیں ہو زِندہ خُدا کے فرزند کہلائیں گے۔'' (ہوسیعؔ ۱:۱۰)

مگر خُدا کیسے چُناؤ کرتا ہے؟ کیونکہ خُدا ہمارا خالق و مالک ہے، وہ اپنے لوگوں کو چننے کے لِئے ہر ایک طریقہ اِستعمال کرنے میں حق بجانب ہے۔ پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''پس تُو مُجھ سے کہے گا پھر وہ کیوں عیب لگاتا ہے؟ کون اُس کے اِرادہ کا مقابلہ کرتا ہے؟ اَے اِنسان بھلا تُو کون ہے جو خُدا کے سامنے جواب دیتا ہے؟ کیا بنی ہُوئی چیز بنانے والے سے کہہ سکتی ہے کہ تُو نے مُجھے کیوں ایسا بنایا؟ کیا کُمہار کو مٹّی پر اِختیار نہیں کہ ایک ہی لَوندے میں سے ایک برتن عزّت کے لِئے بنائے اور دُوسرا بے عزّتی کے لِئے؟'' (رُومیوں ۹:۱۹-۲۱)

ممکن ہے کہ ہمیں خُدا کی پسند پہلے ذرا بے قاعدہ سی نظر آئے۔ لیکن پطرسؔ رسُول ہمیں بتاتا ہے کہ خُدا درحقیقت اپنے علمِ سابق کی بُنیاد پر چُناؤ کرتا ہے۔ خُدا نے ازل ہی سے ہمارے لِئے فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ ہم میں سے کِسے چُنے گا، کیونکہ وہ ازل سے جانتا ہے کہ ہم کیا کریں گے۔ پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ''جو نیکوکاری میں ثابت قدم رہ کر جلال اور عزّت اور بقا کے طالب ہوتے ہیں اُن کو ہمیشہ کی زِندگی دے گا۔ مگر جو تفرقہ انداز اور حق کے نہ ماننے والے بلکہ ناراستی کے ماننے والے ہیں اُن پر غضب اور قہر ہو گا۔'' (رومیوں ۲:۷۔۸) خُدا چُناؤ کرتے وقت وہ چیزیں مدِنظر رکھتا ہے جن کا ذکر پطرسؔ نے کِیا ہے: رُوح کے پاک کرنے، فرمانبرداری اور مسیح یسُوعؔ کا خُون چھڑکنے۔

رُوح کا کام ہے پاک کرنا۔ پطرسؔ رسُول کے اِس بیان کی پَولُسؔ رسُول تصدیق کرتے ہُوئے کہتا ہے، ''۔۔۔خُدا نے تُمھیں اِبتدا ہی سے اِس لِئے چُن لیا تھا کہ رُوح کے ذریعہ سے پاکیزہ بن کر اور حق پر اِیمان لا کر نجات پاؤ۔'' (۲۔تھسلُنیکیوں ۲:۱۳) جس یُونانیؔ لفظ سے ''پاکیزہ'' ترجمہ کِیا گیا ہے اُس کا مطلب ہے ''کِسی چیز کو کِسی خاص مقصد کے لِئے الگ کر دینا۔'' رُوح ہمیں بُرائی سے الگ کر دیتی ہے اور الگ کر کے خُدا کے کام میں لگا دیتی ہے۔

رُوح نہ صِرف ہمیں بُرائی سے الگ کرتی ہے بلکہ ہمارے اندر وہ خُوبیاں بھی پیدہ کرتی ہے جو خُدا کو پسند ہیں۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ''۔۔۔رُوح کا پھل محبّت، خوشی، اِطمینان، تحمل، مہربانی، نیکی، اِیمانداری، حِلم، پرہیزگاری ہے۔۔۔'' (گلتیوں ۵:۲۲۔۲۳) اکثر لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ

رُوح کا کام خود کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رُوح ہمیں صِرف اُسی وقت پاک کر سکتی ہے جب ہم اپنے آپ کو خُدا کے سپرد کر دیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ ہم اپنی کوشش سے راستباز نہیں بن سکتے۔ اور اگر ہم رُوح کے تابع نہیں ہوں گے تو رُوح ہمیں پاک نہیں کر سکتی۔ اور اگر ہم پاک نہیں ہُوئے تو ہم چُنے نہیں گئے۔ اِس کی روشنی میں ہم سب کو اپنے آپ سے یہ پوچھنے کی ضرُورت ہے کہ کیا ہم خُدا کے رُوح کو آزادانہ اپنے اندر کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ پاک کلام ہمیں ہدایت دیتے ہُوئے کہتا ہے، ''رُوح کو نہ بُجھاؤ۔'' (۱۔تھسلُنیکیوں ۵:۱۹)

پطرسؔ رسُول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے کہ ہم فرمانبرداری کے لِئے چُنے گئے ہیں۔ گو ہمارا اُردو ترجمہ یہ بات ظاہر نہیں کرتا، یُونانی الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ہم یِسُوعؔ مسیح کے فرمابردار ہونے کے لِئے چُنے گئے ہیں۔ مسیح نے فرمایا، ''جب تُم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو کیوں مُجھے خُداوند خُداوند کہتے ہو؟'' (لُوقا ۶:۴۶) لیکن فرمانبرداری کا مطلب اچھی اور درُست باتیں کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔ اِس میں نہ صِرف ہمارے فعل و عمل شامل ہیں بلکہ ہماری مرضی بھی جو پورے طور پر خُدا کے تابع ہونی چاہیے۔ مسیح نے فرمایا، ''۔۔۔اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی کا اِنکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے۔'' (متی ۱۶:۲۴) بُنیادی بات یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو مسیح کے سپرد کِئے بغیر سچائی سے خُدا کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اور اگر اُس کی خدمت نہ کریں تو ہم چُنے ہُوئے لوگوں میں شامل نہیں۔

جب پطرسؔ رسُول اپنا خط پڑھنے والوں کو کہتا ہے کہ وہ مسیح یسُوعؔ کا خُون چھڑکے جانے کے لِئے چُنے گئے ہیں تو اُس کا کیا مطلب ہے؟ اِس کا جواب مسیح کی موت کے مقصد کو سمجھنے میں پوشیدہ ہے۔ عِبرانیوں ۹ باب، اُس کی ۱۹ سے ۲۳ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔جب مُوسیٰؔ تمام اُمّت کو شرِیعت کا ہر ایک حُکم سُنا چُکا تو بچھڑوں اور بکروں کا خُون لے کر پانی اور لال اُون اور زُوفا کے ساتھ اُس کِتاب اور تمام اُمّت پر چھڑک دیا اور کہا کہ یہ اُس عہد کا خُون ہے جس کا حُکم خُدا نے تُمہارے لِئے دیا ہے۔ اِسی طرح اُس نے خیمہ اور عبادت کی تمام چیزوں پر خُون چھڑکا۔ اور تقریباً سب چیزیں شرِیعت کے مُطابِق خُون سے پاک کی جاتی ہیں اور بغیر خُون بہائے مُعافی نہیں ہوتی۔ پس ضرُور تھا کہ آسمانی چیزوں کی نقلیں تو اِن کے وسیلہ سے پاک کی جائیں مگر خود آسمانی چیزیں اِن سے بہتر قُربانیوں کے وسیلہ سے۔'' عِبرانیوں ہی کی کِتاب ۱۰ باب، اُس کی ۳ سے ۷ آیت اِسی بیان کو جاری رکھتے ہُوئے کہتی ہے، ''بلکہ وہ قُربانیاں سال بہ سال گُناہوں کو یاد دِلاتی ہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خُون گُناہوں کو دُور کرے۔ اِسی لِئے وہ دُنیا میں آتے وقت کہتا ہے کہ تُو نے قُربانی اور نذر کو پسند نہ کِیا، بلکہ میرے لِئے ایک بدن تیار کِیا۔ پُوری سوختنی قُربانیوں اور گُناہ کی قُربانیوں سے تُو خُوش نہ ہُوا۔ اُس وقت مَیں نے کہا کہ دیکھ! مَیں آیا ہُوں (کِتاب کے ورقوں میں میری نِسبت لکھا ہُوا ہے) تاکہ اَے خُدا! تیری مرضی پُوری کرُوں۔''

اِن آیات کا مطلب بالکل آسان ہے۔ مسیح یسُوعؔ نے اپنی بے گُناہ زِندگی ہماری خاطر قُربان کر دی تا کہ ہمارے گُناہ مُعاف ہو سکیں۔ جیسا کہ رومیوں ۸ باب، اُس کی ۳ آیت میں لکھا ہے، ''اِس لِئے کہ جو کام شرِیعت جِسم کے سبب سے کمزور ہو کر نہ کر سکی وہ خُدا نے کِیا یعنی اُس نے اپنے بیٹے کو گُناہ آلودہ جِسم کی صُورت میں اور گُناہ کی قُربانی کے لِئے بھیج کر جِسم میں گُناہ کی سزا کا حُکم دیا۔''

اگر ہم مسیح کی قُربانی کو قبول کر لیں کہ وہ ہماری خاطر مُوا تو ہم خُدا کے چُنے ہُوئے لوگوں میں شامل ہوں گے۔ دُوسری طرف، ''۔۔۔حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بُوجھ کر گُناہ کریں تو گُناہوں کی کوئی اَور قُربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہَولناک اِنتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مُخالفوں کو کھا لے گی۔'' (عِبرانیوں ۱۰: ۲۶-۲۷)

پطرسؔ رسُول اپنا تمہیدی بیان اِس خوبصُورت برکت سے ختم کرتا ہے، ''۔۔۔فضل اور اِطمینان تُمہیں زیادہ حاصل ہوتا رہے۔'' (۱-پطرس ۱:۲)

لفظ ''فضل'' ہمیں کِسی ''مُفت تحفے'' یا ''خُدا کی طرف داری'' کا تصور پیش کرتا ہے۔ پطرسؔ رسُول اپنا اِلہامی خط پڑھنے والوں کے لِئے چاہتا ہے کہ وہ خُدا کی برکات کا ایک غیر معمولی تجربہ حاصل کریں۔

لفظ ''اِطمینان'' جس طرح کہ بائبل مُقدس میں اِستعمال ہُوا ہے، صِرف دُکھ تکلیف، ظُلم و تشدد یا جنگ و لڑائی کے حالات سے چھٹکارے کو ظاہر نہیں کرتا، بلکہ لفظ ''اِطمینان'' اُس اندرونی سکون و آرام کی طرف اِشارہ ہے جو مسیح،

تکلیف و مصیبت کے باوجود بخشتا ہے۔ مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا، ''مَیں تُمہیں اِطمینان دیئے جاتا ہُوں۔ اپنا اِطمینان تُمہیں دیتا ہُوں۔ جس طرح دُنیا دیتی ہے مَیں تُمہیں اُس طرح نہیں دیتا۔ تُمہارا دِل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے۔'' (یُوحنّا ۱۴:۲۷)

مسیح ہمیں اِطمینان دے سکتا ہے کیونکہ اُس نے ہر طرح کی مصیبت اور آزمائش برداشت کی اور ہر دُکھ تکلیف پر فتح پائی۔ اُس نے کہا، ''مَیں نے تُم سے یہ باتیں اِس لِئے کہیں کہ تُم مُجھ میں اِطمینان پاؤ۔ دُنیا میں مصیبت اُٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو مَیں دُنیا پر غالب آیا ہُوں۔'' (یُوحنّا ۱۶:۳۳) اگر ہم خُدا کے چُنے ہُوئے لوگوں میں سے ایک ہیں، تو پھر ہم بھی مسیح کے اِطمینان میں حِصّہ دار ہیں، اِس کے باوجود کہ ہمیں چاروں طرف سے تکلیفوں نے گھیر رکھا ہے۔

چوتھا باب

دُکھ تکلیف میں حمد کرنا

(۱-پطرس ۱: ۳-۵)

پطرسؔ رسُول اپنے اِلہامی خط کے اگلے حِصّے میں خُدا کی حمد و تمجید کرتا ہے۔ لیکن پطرسؔ یہ خط اُن لوگوں کو لکھ رہا ہے جو مسیح میں اپنے اِیمان کی وجہ سے دُکھ تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن میں سے کچھ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور مہاجر بن گئے۔ اِن حالات میں کوئی سوچ سکتا ہے کہ پطرسؔ رسُول اپنے اِلہامی خط کا آغاز ہمدردی کے الفاظ سے کرے گا، اور اُن کی اِس حالت پر دُکھ کا اِظہار کرے گا۔ مگر اُس نے ایسا نہیں کِیا بلکہ وہ خُدا کی حمد و تعریف کرتا ہے۔ جب ہم پطرسؔ کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مسیح یِسُوعؔ کے پیروکار کے لِئے دُکھ تکلیف اور ظُلم و تشدد میں بھی شکر بجا لانے کے بہت وجوہات ہیں۔ پطرسؔ لکھتا ہے، ”ہمارے خُداوند یِسُوعؔ مسیح کے خُدا اور باپ کی حمد ہو جس نے یِسُوعؔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے باعث اپنی بڑی رحمت سے ہمیں زِندہ اُمید کے لِئے نئے سِرے سے پیدا کِیا، تاکہ ایک غیرفانی اور بے داغ اور لازوال مِیراث کو حاصل کریں۔ وہ تُمہارے واسطے (جو خُدا کی قُدرت سے اِیمان کے وسیلہ سے اُس نجات کے لِئے جو آخری

وقت میں ظاہر ہونے کو تیار ہے حِفاظت کِئے جاتے ہو) آسمان پر محفُوظ ہے۔'' (۱-پطرس ۱:۳-۵)

ایک وجہ جس کی بِنا پر ہمیں خُدا کی حمد و ستائش کرنی چاہیے، خُدا کی رحمدلی ہے۔ ایک مسِیحی کیسی بھی مصیبت میں کیوں نہ پھنسا ہو، اُسے ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ خُدا نے اِس سے کہیں بڑی مصیبت سے اُسے بچایا ہے، اور وہ ہے گُناہ کی سزا۔ زبُور کی کِتاب میں لکھا ہے، ''اُس نے ہمارے گُناہوں کے مُوافِق ہم سے سلُوک نہیں کِیا اور ہماری بدکاریوں کے مُطابِق ہم کو بدلہ نہیں دیا۔'' (زبُور ۱۰۳:۱۰)

پَولُسؔ رسُول خُدا کی رحمدلی کو طِطُسؔ کے نام خط میں اَور وضاحت سے پیش کرتے ہُوئے کہتا ہے، ''کیونکہ ہم بھی پہلے نادان، نافرمان، فریب کھانے والے اور رنگ برنگ کی خواہشوں اور عیش و عشرت کے بندے تھے اور بدخواہی اور حسد میں زِندگی گُذارتے تھے۔ نفرت کے لائق تھے اور آپس میں کینہ رکھتے تھے۔ مگر جب ہمارے مُنجّی خُدا کی مہربانی اور اِنسان کے ساتھ اُس کی اُلفت ظاہر ہُوئی تو اُس نے ہم کو نجات دی، مگر راستبازی کے کاموں کے سبب سے نہیں جو ہم نے خود کِئے بلکہ اپنی رحمت کے مُطابِق۔۔۔'' (طِطُس ۳:۳-۵)

دُوسری وجہ جس کی بِنا پر ہمیں خُدا کی حمد و ستائش کرنی چاہیے، وہ زِندہ اُمید ہے جو خُدا، مسِیح یِسُوعؔ کے ہر پیروکار کو دیتا ہے۔ ایک مسِیحی موجودہ مصیبت اور تکلیف سے کہیں آگے اُس جلال اور اِطمینان کو دیکھ سکتا ہے جس کا خُدا نے ہر اُس شخص سے وعدہ کِیا ہے جو پُورے طور پر اپنے آپ کو مسِیح کے سپرد کر دیتا

ہے۔ عِبرانیوں کی کِتاب ہمیں یاد دِلاتی ہے، ''پس اپنی دِلیری کو ہاتھ سے نہ دو۔ اِس لِئے کہ اُس کا بڑا اجر ہے۔ کیونکہ تُمھیں صبر کرنا ضرُور ہے تاکہ خُدا کی مرضی پُوری کر کے وعدہ کی ہُوئی چیز حاصل کرو۔'' (عِبرانیوں ۱۰:۳۵-۳۶)

تیسری وجہ جس کی بِنا پر ہمیں خُدا کی حمد و ستائش کرنی چاہیے، کہ اُس نے ہم سب کو جو مسیح کی پیروی کرتے ہیں نیا جنم دیا ہے۔ یہ نئ رُوحانی زِندگی کی طرف اِشارہ ہے۔ اِنجیلِ مُقدس میں لکھا ہے، ''اور اُس نے تُمھیں بھی جو اپنے قصُوروں اور جِسم کی نامختُونی کے سبب سے مُردہ تھے اُس کے ساتھ زِندہ کِیا اور ہمارے سب قصُور مُعاف کِئے۔'' (کُلُسّیِوں ۲:۱۳) پَولُسؔ رسُول ایک اَور مقام پر ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ''اِس لِئے اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلُوق ہے۔ پُرانی چیزیں جاتی رہیں۔ دیکھو وہ نئ ہوگئیں۔'' (۲-کُرِنتھِیوں ۵:۱۷)

ذرا غور فرمایئے کہ پطرسؔ رسُول خُدا کی حمد و ستائش کی ۳ وجوہات پیش کرتا ہے: خُدا کی رحمدلی، ایک مسیِحی کی زِندہ اُمید اور نیا جنم۔ یہ تینوں مسیح یِسُوعؔ کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے پُوری ہوتی ہیں۔ اِس نکتے کو سمجھنا نہایت ضرُوری ہے، کیونکہ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بغیر کوئی بھی یہ برکات حاصل نہیں کر سکتا۔ پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو تُمھارا اِیمان بے فائدہ ہے تُم اب تک اپنے گُناہوں میں گرفتار ہو۔ بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہُوئے۔ اگر ہم صِرف اِسی زِندگی میں مسیح میں اُمید رکھتے ہیں تو سب آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں۔'' (۱-کُرِنتھِیوں ۱۵:۱۷-۱۹)

چوتھی وجہ جس کی بِنا پر ہمیں خُدا کی حمد و ستائش کرنی چاہیے، وہ لازوال میراث ہے جو کبھی تباہ و برباد اور نیست و نابود نہیں ہو سکتی۔ اِس میراث کی بُنیاد اِس حقیقت پر ہے کہ خُدا اُنہیں جو مسیح کی پیروی کرتے ہیں بچوں کی حیثیت سے قبول کر لیتا ہے۔ کلامِ پاک میں لکھا ہے، ''اِس لِئے کہ جِتنے خُدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خُدا کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ تُم کو غُلامی کی رُوح نہیں مِلی جس سے پھر ڈر پیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی رُوح مِلی جس سے ہم ابّا یعنی اَے باپ کہہ کر پُکارتے ہیں۔ رُوح خُود ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں۔ اور اگر فرزند ہیں تو وارِث بھی ہیں یعنی خُدا کے وارِث اور مسیح کے ہم میراث بشرطے کہ ہم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھائیں تاکہ اُس کے ساتھ جلال بھی پائیں۔'' (رُومیوں ۸: ۱۴-۱۷)

بائبل مُقدس مسیح کی پیروی کرنے والوں کو مِلنے والی میراث کی صِرف جھلکیاں دکھاتی ہے۔ کلامِ مُقدس سے ابھی ہم نے جو بیان پڑھا اِس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ میراث مسیح کا جلال ہے۔ جیسا کہ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''عزیزو! ہم اِس وقت خُدا کے فرزند ہیں اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہُوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے۔ اِتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہو گا تو ہم بھی اُس کی مانند ہوں گے کیونکہ اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے۔'' (۱-یُوحنّا ۳: ۲)

پانچویں وجہ جس کی بِنا پر ہمیں خُدا کی حمد و ستائش کرنی چاہیے، نجات ہے۔ نجات کے بارے میں ہمارا عام تصور یہ ہے کہ پچھلے گُناہوں سے معافی پانے کا نام نجات ہے۔ مثال کے طور پر اِفسیوں کی کتاب میں لکھا ہے، ''مگر

خُدا نے اپنے رحم کی دولت سے اُس بڑی محبّت کے سبب سے جو اُس نے ہم سے کی، جب قصوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے ہم کو مسیح کے ساتھ زِندہ کِیا۔ (تُم کو فضل ہی سے نجات مِلی ہے)'' (اِفسیوں ۲:۴-۵)

لیکن نجات نہ صِرف ماضی میں دیکھتی ہے بلکہ حال پر بھی نظر رکھتی ہے۔ ایک مسیحی صِرف بچایا ہی نہیں گیا بلکہ وہ بچ رہا ہے۔ کلامِ مُقدس میں صاف لکھا ہے، ''۔۔۔صلیب کا پیغام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک تو بیوقوفی ہے مگر ہم نجات پانے والوں کے نزدیک خُدا کی قُدرت ہے۔'' (۱-کُرِنتھیوں ۱:۱۸)

لیکن پطرسؔ رسُول مستقبل کی طرف دیکھتا ہے۔ آیت پانچ میں وہ کہتا ہے، ''۔۔۔نجات۔۔۔ جو آخری وقت میں ظاہر ہونے کو تیار ہے۔۔۔'' اِن حولاجات کی روشنی میں ایک لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نجات کی تکمیل ہو چکی ہے، مگر یہ ایک ایسا لگاتار سلسلہ بھی ہے جو ایک مسیحی کی زندگی میں کام کرتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ زمانے کے اخیر میں اپنی تکمیل کو پہنچے گا۔ لہٰذا مسیح کے پیروکار کو خُدا کا شکر صِرف اِس لِئے ہی ادا نہیں کرنا کہ اُس نے کیا کِیا بلکہ وہ کیا کر رہا ہے اور مستقبل میں وہ کیا کرے گا۔

چھٹی وجہ جس کی بِنا پر پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ہمیں خُدا کی حمد و ستائش کرنی چاہیے کہ اِیمان ہماری حفاظت کرتا ہے۔ اِفسیوں کی کتاب میں پَولُسؔ رسُول اِس حفاظت کا مقصد وضاحت سے بتاتا ہے: ''اور اُن سب کے ساتھ اِیمان کی سِپر لگا کر قائم رہو۔ جس سے تُم اُس شریر کے سب جلتے ہُوئے

تیروں کو بُجھا سکو۔'' (اِفسیوں ۱۶:۶) یہ اِیمان ہی ہے جو شیطان کے ہر حملے اور آزمائش کا مُنہ توڑ جواب دیتا ہے۔ لیکن پطرسؔ بالکل کھلے الفاظ میں واضح کرتا ہے کہ ہم اپنی طاقت و قوت سے شیطان کو شکست نہیں دے سکتے۔ وہ کہتا ہے، ''۔۔۔جو خُدا کی قدرت سے اِیمان کے وسیلہ سے۔۔۔ حفاظت کِئے جاتے ہو۔۔۔'' (ا-پطرس ۵:۱) یہ خُدا ہے جو ہمارے اِیمان کے وسیلے سے شیطان کے ہر حملے کا جواب دے رہا ہے۔

اِس سے پہلے کہ ہم پطرسؔ رسُول کے پیغام کو جاری رکھیں، ایک نہایت ضرُوری سوال ہے جو ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے۔ وہ لوگ جن سے پطرسؔ مخاطب ہے مسیح یِسُوعؔ پر اِیمان کے سبب سے دُکھ تکلیف سہہ رہے ہیں۔ اگرچہ اُن کی یہ مصیبت اُن کے اِیمان کا نتیجہ ہے، لیکن وہ برکات جِن کے بارے میں پطرسؔ رسُول اپنے اِلہامی خط میں اُنہیں لکھ رہا ہے وہ بھی اُن کے اِیمان کا نتیجہ ہیں۔ یہ برکات اُن کو میسر نہیں ہیں جو مسیح یِسُوعؔ کی پیروی نہیں کرتے۔ ہم سب نجات پانا چاہتے ہیں۔ ہم سب وہ میراث حاصل کرنا چاہتے ہیں جو نیست و نابود نہ ہو۔ ہم سب خُدا کی قُدرت کے سائے تلے محفُوظ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم سب زندہ اُمید کے سہارے زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کی پیروی کرنے کو تیار ہیں تاکہ یہ تمام برکات حاصل ہوں؟

پانچواں باب

اِیمان کا اجر

(ا۔پطرس ۱:۶۔۹)

پطرسؔ رسُول اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۶ سے ۹ آیت میں لکھتا ہے، ''اِس کے سبب سے تُم خُوشی مناتے ہو۔ اگرچہ اب چند روز کے لِئے ضرُورت کی وجہ سے طرح طرح کی آزمایشوں کے سبب سے غم زدہ ہو۔ اور یہ اِس لِئے ہے کہ تُمہارا آزمایا ہُوا اِیمان جو آگ سے آزمائے ہُوئے فانی سونے سے بھی بہت ہی بیش قیمت ہے، یِسُوعؔ مسِیح کے ظہُور کے وقت تعریف اور جلال اور عزّت کا باعث ٹھہرے۔ اُس سے تُم بے دیکھے محبّت رکھتے ہو اور اگرچہ اِس وقت اُس کو نہیں دیکھتے تَو بھی اُس پر اِیمان لا کہ ایسی خوُشی مناتے ہو جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے۔ اور اپنے اِیمان کا مقصد یعنی رُوحوں کی نجات حاصل کرتے ہو۔''

دُکھ تکلیف اور آزمائش کے بارے میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ مُستقِل نہیں بلکہ وقتی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسِیح کی پیروی کرتے ہُوئے ساری زندگی دُکھ ہی اُٹھاتا رہے تَو بھی دُکھ کی یہ آزمائش وقتی ہے، کیونکہ اُس ابدی خُوشی اور شادمانی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو اُنہیں حاصل ہو گی۔

پَولُسؔ رسُول کُرِنتھیوں کے نام اپنے دُوسرے خط میں لکھتا ہے، ''اِس لِئے ہم ہمت نہیں ہارتے بلکہ گو ہماری ظاہری اِنسانیت زائل ہوتی جاتی ہے پھر بھی ہماری باطنی اِنسانیت روز بروز نئی ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت ہمارے لِئے از حد بھاری اور ابدی جلال پیدا کرتی جاتی ہے۔ جس حال میں کہ ہم دیکھی ہُوئی چیزوں پر نہیں بلکہ اندیکھی چیزوں پر نظر کرتے ہیں کیونکہ دیکھی ہُوئی چیزیں چند روزہ ہیں مگر اندیکھی چیزیں ابدی ہیں۔'' (۲۔کُرِنتھیوں ۴:۱۶۔۱۸)

کُرِنتھیوں کے نام دُوسرے خط میں ہی پَولُسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ اُس کی ''ہلکی سی'' دم بھر کی مصیبتیں کیا تھیں: ''۔۔۔محنتوں میں زیادہ، قید میں زیادہ، کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ، بارہا مَوت کے خطروں میں رہا ہُوں، مَیں نے یہُودیوّں سے پانچ بار ایک کم چالیس چالیس کوڑے کھائے، تین بار بینت لگے، ایک بار سنگسار کِیا گیا، تین مرتبہ جہاز ٹُوٹنے کی بلا میں پڑا، ایک رات دِن سمندر میں کاٹا، مَیں بارہا سفر میں، دریاؤں کے خطروں میں، ڈاکوؤں کے خطروں میں، اپنی قوم سے خطروں میں، غیر قوموں سے خطروں میں، شہر کے خطروں میں، بیابان کے خطروں میں، سمندر کے خطروں میں، جھوٹے بھائیوں کے خطروں میں، محنت و مشقت میں، بارہا بیداری کی حالت میں، بھُوک اور پیاس کی مصیبت میں، بارہا فاقہ کشی میں، سردی اور ننگے پن کی حالت میں رہا ہُوں۔'' (۲۔ کُرِنتھیوں ۱۱:۲۳۔۲۷)

پولُسؔ اور پطرسؔ دونوں ہمیں اُس دُکھ تکلیف اور آزمائش کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ آزمائش کی یہ گھڑی خواہ کِتنی ہی کٹھن کیوں نہ ہو، اُس ابدی اِنعام کے سامنے کچھ بھی نہیں جو خُدا نے مسیح کے ساتھ وفاداری کرنے والوں کے لِئے رکھ چھوڑا ہے۔

پطرسؔ رسُول ایک مسِیحی کے اِیمان کو سونے سے تشبیہ دیتا ہے۔ ''تمُہارا آزمایا ہُوا اِیمان جو آگ سے آزمائے ہُوئے فانی سونے سے بھی بہت ہی بیش قیمت ہے۔'' (۱۔پطرس ۱:۷) ایک لحاظ سے اِیمان اور سونا ایک جیسے ہیں۔ دونوں قیمتی ہیں، گو پطرسؔ کہتا ہے کہ سونے کے مقابلے میں اِیمان زیادہ اہم و ضرُوری ہے۔ سونا دُنیاوی دولت کو ظاہر کرتا ہے اور اِیمان رُوحانی دولت کو ظاہر کرتا ہے۔ اِیمان اور سونے میں کافی فرق بھی ہے۔ سونے کو ہر کوئی حاصل نہیں کر سکتا، جبکہ اِیمان ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے۔ آپ کا سونا کوئی چُرا سکتا ہے مگر آپ کا اِیمان کوئی چُرا نہیں سکتا۔ یہ ایک وجہ ہے کہ سونے کے مقابلے میں اِیمان زیادہ اہم ہے۔

اِیمان اور سونے کے خالص اور اصلی ہونے کا اندازہ اچھی طرح پرکھ کر کے ہو سکتا ہے۔ سونا اصلی ہے یا نقلی آگ میں ڈال کر آزمایا جا سکتا ہے۔ پطرسؔ کے مطابق دُکھ تکلیف سہنے کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارا اِیمان پرکھا جائے۔ اِس طرح آزمائے جانے سے پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا اِیمان کِس حد تک اصلی ہے۔ یہ ایک وجہ ہے کہ ایک مسِیحی اِیمان کی آزمایش میں تکلیف و مصیبت سہہ کر بھی خُدا کی حمد و تمجید کر سکتا ہے۔ اِس سے بڑھکر دُکھ کی اَور کیا

بات ہو گی کہ ایک آدمی کو ساری زندگی یہ پتہ ہی نہ چلے کہ اُس کا اِیمان اصلی نہیں۔ لیکن خُدا ایک مسِیحی کو دُکھ تکلیف سہنے کا موقع دیتا ہے تاکہ وہ اپنے اِیمان کی پختگی کو جانچ سکے اور پہچان سکے کہ کہاں اُس کا اِیمان کمزور ہے اور کہاں زیادہ مضبُوط ہونے کی ضرُورت ہے۔

پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ ہمارا اِیمان ''۔۔۔یسُوعؔ مسیح کے ظہُور کے وقت تعریف اور جلال اور عزّت کا باعث ٹھہرے۔'' (۱-پطرس ۱:۷) ہم عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ تعریف، جلال اور عزّت صِرف خُدا کو دینی چاہیے۔ مگر پطرسؔ اُن لوگوں کو جن کو وہ اپنا یہ اِلہامی خط لکھ رہا ہے واضح کرتا ہے کہ مسیح یسُوعؔ کے ظہُور کے وقت اُنہیں بھی تعریف، جلال اور عزّت مِلے گی۔ عِبرانیوں کی کتاب کا مُصنف ایک مسِیحی کی زندگی کو ایک ایسی دوڑ سے تشبیہ دیتا ہے جو لوگوں کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ہو رہی ہے۔ وہ کہتا ہے، ''پس جب کہ گواہوں کا ایسا بڑا بادل ہمیں گھیرے ہُوئے ہے تو آؤ ہم بھی ہر ایک بوجھ اور اُس گُناہ کو جو ہمیں آسانی سے اُلجھا لیتا ہے دُور کر کے اُس دَوڑ میں صبر سے دَوڑیں جو ہمیں درپیش ہے۔ اور اِیمان کے بانی اور کامِل کرنے والے یسُوعؔ کو تکتے رہیں جس نے اُس خُوشی کے لِئے جو اُس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پروا نہ کر کے صلیب کا دُکھ سہا اور خُدا کے تخت کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ پس اُس پر غور کرو جس نے اپنے حق میں بُرائی کرنے والے گُناہگاروں کی اِس قدر مخالفت کی برداشت کی تاکہ تُم بے دِل ہو کر ہمت نہ ہارو (عِبرانیوں ۱۲:۱-۳)۔ ممکن ہے کہ ایک مسِیحی کو اِس زندگی میں ویسے ہی دُکھ سہنا پڑے جیسے مسیح نے اُٹھایا،

مگر وہ دُکھ کے ساتھ ساتھ اُس اِنعام پر بھی نظر جما سکتا ہے جو مسیح یسُوعؔ کو مِلا۔

مسیحیت باقی تمام مذاہب سے جُدا اِس لِئے ہے کہ اِس کی بُنیاد محض احکام و قاعدوں پر نہیں، بلکہ اُس تعلق و رشتے پر ہے جو ایک شخص کا مسیح سے ہوتا ہے۔ پَولُسؔ رسُول ہر اُس تعلیم و تہذیب کو ناقص و کمزور قرار دیتا ہے جس کی بُنیاد احکام و قاعدوں پر ہے۔ کُلُسِّیوں کے نام خط میں وہ کہتا ہے، ''جب تُم مسیح کے ساتھ دُنیوی ابتدائی باتوں کی طرف سے مَر گئے تو پھر اُن کی مانند جو دُنیا میں زندگی گزارتے ہیں اِنسانی احکام اور تعلیم کے مُوافق ایسے قاعدوں کے کیوں پابند ہوتے ہو کہ اِسے نہ چُھونا، اُسے نہ چکھنا، اُسے ہاتھ نہ لگانا (کیونکہ یہ سب چیزیں کام میں لاتے لاتے فنا ہو جائیں گی)؟ اِن باتوں میں اپنی ایجاد کی ہُوئی عبادت اور خاکساری اور جسمانی ریاضت کے اِعتبار سے حکمت کی صُورت تو ہے مگر جسمانی خواہشوں کے روکنے میں اِن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔'' (کُلُسِّیوں ۲:۲۰-۲۳)

دُسری طرف پطرسؔ رسُول ہمیں مسیحی اخلاق کے بُنیادی اصُول سمجھاتے ہُوئے لکھتا ہے، ''اُس سے تُم بے دیکھے محبّت رکھتے ہو۔۔۔'' (۱-پطرس ۱:۸) ہم جتنا زیادہ جانتے جائیں گے کہ مسیح نے ہمارے لِئے کیا کِیا اور کیا کر رہا ہے اُتنا ہی ہمارا پیار اُس کے لِئے بڑھتا چلا جائے گا۔ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''ہم اِس لِئے محبّت رکھتے ہیں کہ پہلے اُس نے ہم سے محبّت رکھی۔'' (۱-یُوحنّا ۴:۱۹) یہ محبّت ہی ہے جو ہمیں اچھے اور سیدھے کام کرنے پر مجبور کرتی ہے نہ کہ احکام و

قاعدے۔ پَولُسؔ رسُول رُومِیوں کے نام خط میں لکھتا ہے، ''کیونکہ یہ باتیں کہ زِنا نہ کر، خُون نہ کر، چوری نہ کر، لالچ نہ کر اور اِن کے سِوا اَور جو کوئی حُکم ہو اُن سب کا خلاصہ اِس بات میں پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھ۔ محبّت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی، اِس واسطے محبّت شرِیعت کی تعمیل ہے۔'' (رُومِیوں ۱۳: ۹-۱۰) ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ کیا مَیں احکام و قاعدوں پر عمل کر کے نیک و پارسا بننے کی کوشش کر رہا ہُوں یا مسِیح یِسُوعؔ کی محبّت مُجھے اچھے کام کرنے پر مجبور کر رہی ہے؟

اور آٹھ آیت کا بیان جاری رکھتے ہُوئے پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اگرچہ اِس وقت اُس کو نہیں دیکھتے تَو بھی اُس پر اِیمان لا کر ایسی خُوشی مناتے ہو جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے۔'' (۱-پطرس ۱: ۸)

اِن لفظوں کے ساتھ پطرسؔ رسُول، مسِیح یِسُوعؔ کے وہ الفاظ یاد کراتا ہے جو اُس نے توماؔ رسُول سے کہے، ''تُو تو مُجھے دیکھ کر اِیمان لایا ہے۔ مُبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے اِیمان لائے۔'' (یُوحنّا ۲۰: ۲۹)

ہم مسِیح کو دیکھ نہیں سکتے کیونکہ وہ خُدا کے ساتھ آسمان پر ہے۔ لیکن اگر ہمارا اِیمان اُس پر ہے تو ہم دُکھ اُٹھانے کے باوجود مُبارک ٹھہریں گے۔ پطرسؔ رسُول کے الفاظ مُستقبِل کی طرف اشارہ بھی دیتے ہیں۔ ہم اِس وقت مسِیح کو نہیں دیکھ سکتے، لیکن وہ وقت آتا ہے کہ اُسے دیکھیں گے۔ تھِسّلُنیکیوں کے نام خط میں لِکھا ہے، ''کیونکہ خُداوند خُود آسمان سے للکار اور مُقرّب فرشتہ کی آواز اور خُدا کے نرسنگے کے ساتھ اُتر آئے گا، اور پہلے تو وہ جو مسِیح میں مُوئے

جی اُٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے اُن کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے تاکہ ہَوا میں خُداوند کا اِستقبال کریں، اور اِس طرح ہمیشہ خُداوند کے ساتھ رہیں گے۔ پس تُم اِن باتوں سے ایک دُوسرے کو تسلی دیا کرو۔'' (۱۔تھِسّلُنیکیوں ۴:۱۶-۱۸) اور یہ ہے وہ اِیمان جس کی بِنا پر پطرسؔ رسُول اُن سب کو جو مسیح کی پیروی کرتے ہیں کہتا ہے کہ ''۔۔۔اُس پر اِیمان لا کر ایسی خوُشی مناتے ہو جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے۔ اور اپنے اِیمان کا مقصد یعنی رُوحوں کی نجات حاصل کرتے ہو۔'' (۱۔پطرس ۱:۹) صِرف مسیح سے محبّت اور مسیح پر اِیمان ہی ایسی خُوشی اور اِطمینان دے سکتا ہے۔

چھٹا باب

خُدا کے منصوبے کا اِظہار

(۱-پطرس ۱:۱۰-۱۲)

اپنے پہلے اِلہامی خط کی پہلی نو آیات میں پطرسؔ رسُول پڑھنے والوں کو تسلی اور حوصلہ دیتا ہے کہ مسیح یسُوعؔ پر اِیمان کی بدولت وہ کتنی برکات سے مالا مال ہُوئے ہیں۔ اِن برکات میں سب سے بڑی برکت اُن کی رُوحوں کی نجات ہے۔ ۱۰ سے ۱۲ آیت میں پطرسؔ لکھتا ہے، ''اِسی نجات کی بابت اُن نبیوں نے بڑی تلاش اور تحقیق کی جنہوں نے اُس فضل کے بارے میں جو تُم پر ہونے کو تھا نبُوّت کی۔ اُنہوں نے اِس بات کی تحقیق کی کہ مسیح کا رُوح جو اُن میں تھا اور پیشتر سے مسیح کے دُکھوں کی اور اُن کے بعد کے جلال کی گواہی دیتا تھا وہ کون سے اور کیسے وقت کی طرف اِشارہ کرتا تھا۔ اُن پر یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ نہ اپنی بلکہ تُمہاری خدمت کے لِئے یہ باتیں کہا کرتے تھے جن کی خبر اب تُم کو اُن کی معرفت مِلی جنہوں نے رُوح اُلقُدس کے وسیلہ سے جو آسمان پر سے بھیجا گیا تُم کو خُوشخبری دی اور فرشتے بھی اِن باتوں پر غور سے نظر کرنے کے مُشتاق ہیں۔'' (۱-پطرس ۱:۱۰-۱۲)

آج ہم پر کتنی بھاری برکت ہے کہ جب چاہیں خُدا کے مکمل مُکاشفے تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بھُول جانا آسان ہے کہ ہمیشہ ایسا نہ تھا۔ ماضی میں خُدا کے لوگوں پر خُدا کی مرضی کا صِرف کچھ ہی حِصّہ ظاہر ہوتا تھا۔ خُدا نے اپنا منصوبہ و مرضی دھیرے دھیرے وقفوں کے ساتھ ہزاروں سال کے عرصے میں ظاہر کِیا۔

خُدا نے کِسی حد تک اپنے آپ کو تخلیق کے ذریعہ ظاہر کِیا۔ جیسا کہ پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ''کیونکہ اُس کی اَن دیکھی صفتیں یعنی اُس کی ازلی قُدرت اور اُلُوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہُوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کو کچھ عُذر باقی نہیں۔'' (رُومِیوں ۱:۲۰)

اگرچہ ہم خُدا کی تخلیق کا مطالعہ کر کے کچھ چیزیں خُدا کے بارے میں تو ضرُور جان سکتے ہیں مگر تخلیق کا مطالعہ بذاتِ خود خُدا کی مرضی و منصوبے کو جاننے کے لِئے کافی نہیں۔ اِس کے لِئے ہمیں زبان کی ضرُورت ہے۔ اِسی لِئے صدیوں سے خُدا نے اپنا کلام نبیوں کے ذریعہ ہم پر ظاہر کِیا۔ بعض اوقات خُدا نے نبیوں پر اپنا کلام خواب میں، بعض اوقات رُویا میں، بعض اوقات فرشتوں کے ذریعہ اور بعض اوقات رُوبرُو بول کر ظاہر کِیا۔ لیکن خُدا نے جو بھی ذریعہ اِستعمال کیوں نہ کِیا اُس کے بارے میں پطرسؔ رسُول ہمیں ایک نہایت اہم حقیقت بتاتا ہے: مسیح کی رُوح اُن میں تھی۔ یہ بالکل معقول بات ہے کیونکہ مسیح کا ایک نام ''کلمہ'' ہے۔ جب ہم نبیوں کو پڑھتے ہیں تو درحقیقت مسیح کی طرف

سے ایک پیغام پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اپنا وہ کلام جو خُدا نے نبیوں کی معرفت بھیجا، جمع ہو کر بائبل کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ خُدا کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ جو کچھ اُس نے مختلف ذرائع سے ظاہر کِیا وہ سب آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہر ایک نبی کے لِئے خُدا کا پیغام اُس نجات کی طرف اِشارہ کر رہا ہے جو خُدا نے یِسُوعؔ مسیح کے ذریعہ تیار کی ہے۔

ایک بات قابلِ غور ہے کہ پطرسؔ رسُول، مسیح کی رُوح کو ''رُوح اُلقُدس'' کا نام بھی دیتا ہے۔ ۴ باب کی ۱۴ آیت میں پطرسؔ، مسیح کے رُوح کو ''جلال کا رُوح'' اور ''خُدا کا رُوح'' بھی کہتا ہے۔ اپنے اِلہامی خط کے شروع میں پطرسؔ رسُول خُدا کی ذات کی مختلف خصُوصیات کا ذکر کرتا ہے، ''۔۔۔خُدا باپ کے علمِ سابق کے موافق رُوح کے پاک کرنے سے فرمانبردار ہونے اور یِسُوعؔ مسیح کا خُون چھڑکے جانے کے لِئے برگزیدہ ہُوئے ہیں۔'' (۱-پطرس ۱:۲) لیکن یہاں رُوح کے لِئے مختلف نام اور لقب اِستعمال کر کے پطرسؔ رسُول خُدا کی وحدت یعنی ایک ہونے کو ظاہر کر رہا ہے۔ جس طرح مسیح کا رُوح اور خُدا کا رُوح ایک ہیں، اُسی طرح جلال کا رُوح اور رُوح اُلقُدس ایک ہیں۔ اور اِس سے ہمیں اِنسان کے فعل و عمل کا خُوب اچھی طرح سے جانچنا اور پرکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ صدیوں سے اور آج بھی مسیح کے نام سے بہت کچھ کِیا جا رہا ہے۔ ہم پُورے اعتماد و بھروسے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اِنسان کا فعل و عمل پاک نہیں ہے، اگر اُس سے خُدا کے جلال کی جھلک یا اگر اُس سے خُدا کے جلال میں اضافہ نہیں ہوتا تو پھر وہ اِنسانی فعل و عمل ہے، اور مسیح کی طرف سے

نہیں ہے خواہ اِنسان اُس کے بارے میں لمبے لمبے دعویٰ کیوں نہ کرے۔ خُدا کا رُوح اور جلال کا رُوح پاک ہے۔ مسیح کا یہی جلالی پاک رُوح ہی ہے جو نبیوں کو مجبور کرتا تھا کہ لوگوں کو نجات بخش پیغام سُنائیں جو خُدا اُن کے لِئے تیار کر رہا تھا۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ''نبیوں نے بڑی تلاش اور تحقیق کی'' اُس نجات کے بارے میں جس کی خُدا اُن کے ذریعہ پیشن گوئی دے رہا تھا۔ اِس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبیوں نے پیغام کو کتنی اہمیت دی جو اُنہیں دیا گیا۔ اور اگر ایسا کرنا اُن کے لِئے ضرُوری تھا تو یقیناً آج ہمارے لِئے بھی اُتنا ہی اہم ہو گا۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ''رُوح کو نہ بجھاؤ۔ نبُوّتوں کی حقارت نہ کرو۔'' (۱۔تھسّلُنیکیوں ۵:۱۹۔۲۰) اگر ہم نبیوں کے پیغام یعنی اُن کی نبُوّت کو رد کریں تو درحقیقت ہم مسیح کو رد کر رہے ہیں۔ مُکاشفہ کی کتاب میں لکھا ہے، ''۔۔۔یِسُوعؔ کی گواہی نبُوّت کی رُوح ہے۔'' (مُکاشفہ ۱۹:۱۰)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ آنے والی نجات کا پیغام صِرف ایک نبی کو ہی نہیں دیا گیا بلکہ یہ پیغام بہت سے نبیوں پر ظاہر ہُوا جو مختلف جگہوں اور مختلف صدیوں میں رہتے تھے۔ لیکن اِس کے باوجود سب کا پیغام ایک ہی تھا۔ اِس پیغام میں کِسی قِسم کا کوئی اِختلاف نہ تھا۔ اُن سب کا پیغام مسیح یِسُوعؔ میں پُورا ہُوا۔

نبیوں کی بڑی تلاش و تحقیق ہمارے لِئے یقینا تسلی و اُمید کا باعث ہے کیونکہ اِس سے ہمیں پورا بھروسہ اور یقین مِلتا ہے کہ جو پیغام نبیوں کو دیا گیا

اُنہوں نے اُسے بڑی حفاظت و توجہ سے رکھا۔ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کِیا کہ وقت کے ساتھ ساتھ خُدا کا پیغام بھی کِسی نہ کِسی حد تک تبدیل ہو گیا ہے۔ لیکن نبیوں کی بڑی تلاش و تحقیق کی بِنا پر ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو پاک کلام و پیغام آج ہمارے پاس ہے، اُس کی نہ صِرف گہری حفاظت و نگہبانی کی گئی بلکہ یہ وہی اِلٰہی پیغام ہے جو اُنہیں مِلا۔ اِس میں قطعی کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ نبیوں نے یہ جاننے کی بڑی کوشش کی کہ ''کون سے اور کیسے وقت'' میں خُدا کی طرف سے وعدہ کی ہُوئی نجات مِلے گی۔ ایک لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نجات کے لِئے خُدا کا منصوبہ ہمیشہ سے کام کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر اِفسیوں کے نام خط میں پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ''چنانچہ اُس نے ہم کو بنایِ عالم سے پیشتر اُس میں چُن لیا تاکہ ہم اُس کے نزدیک محبّت میں پاک اور بے عیب ہوں۔'' (اِفسیوں ۱:۴)

دُوسری طرف اگر دیکھا جائے تو خُدا اُس خاص موقع کی اِنتظار میں تھا کہ اپنے منصُوبے کو کام میں لائے۔ گلتیوں کے نام خط میں پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''لیکن جب وقت پُورا ہو گیا تو خُدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہُوا اور شرِیعت کے ماتحت پیدا ہُوا تاکہ شرِیعت کے ماتحتوں کو مول لے کر چھُڑا لے اور ہم کو لے پالک ہونے کا درجہ مِلے۔'' (گلتیوں ۴:۴-۵) اور رُومِیوں کے نام خط میں پَولُسؔ کہتا ہے، ''کیونکہ جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مُوا۔'' (رُومِیوں ۵:۶)

نبیوں نے خُدا کی طرف سے نجات دہندے کے آنے کی پیشن گوئی صِرف اِیمان اور اُمید کی بِنا پر کی۔ ہمیں بہت شکر گزار ہونا چاہیے کہ نجات دہندہ ہمیں گُناہ کے مضبوط شکنجے سے چھڑانے کے لِئے آ چُکا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم خُدا کی طرف سے مِلنے والی مُفت نجات حاصل کرنے کے لِئے تیار ہیں؟ یا ہم اُس نجات بخش پیغام کو رد کر دیں گے جِسے نبیوں نے بڑی تلاش و تحقیق کے بعد حفاظت و نگہبانی سے سنبھال رکھا تھا؟

ساتواں باب

نجات کی اہمیت

(ا-پطرس ۱:۱۰-۱۲)

جب ہمارے حالات اچھے ہوں، اور زندگی میں مشکلات کا نام و نشان نہ ہو تو خُدا کی بخشی ہُوئی برکات کو اپنا حق سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ مگر جب حالات خراب ہوں، زندگی کو مشکلات کا سامنا ہو، خاس طور پر جب ہماری تکلیف و مصیبت ہمارے اِیمان کے سبب سے ہو تو پھر ہم اپنے آپ سے پوچھتے ہیں کہ کہیں اِیماندار رہنے کی قیمت زیادہ تو نہیں ادا کرنی پڑ رہی؟ اور جب ایسا ہو تو ہمیں یاد رکھنے کی ضرُورت ہے کہ ہمارا اِیمان کِتنا اہم و قیمتی ہے۔

مسیح یِسُوعؔ کے پیروکاروں کو جو مسیح پر اِیمان رکھنے کی وجہ سے دُکھ اُٹھا رہے ہیں پطرسؔ رسُول تسلی دیتے ہُوئے اُس نجات کی اہمیت بتاتا ہے جو خُدا، مسیح پر اِیمان رکھنے کے وسیلے سے دیتا ہے۔ اپنے پہلے خط کے پہلے باب کی آیت ۱۰ سے ۱۲ میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ”اِسی نجات کی بابت اُن نبیوں نے بڑی تلاش اور تحقیق کی جنہوں نے اُس فضل کے بارے میں جو تُم پر ہونے کو تھا نبُوّت کی۔ اُنہوں نے اِس بات کی تحقیق کی کہ مسیح کا رُوح جو اُن میں تھا

اور پیشتر سے مسیح کے دُکھوں کی اور اُن کے بعد کے جلال کی گواہی دیتا تھا وہ کون سے اور کیسے وقت کی طرف اِشارہ کرتا تھا۔ اُن پر یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ نہ اپنی بلکہ تُمہاری خدمت کے لِئے یہ باتیں کہا کرتے تھے جن کی خبر اب تُم کو اُن کی معرفت مِلی جنہوں نے رُوح اُلقُدس کے وسیلہ سے جو آسمان پر سے بھیجا گیا تُم کو خوشخبری دی اور فرشتے بھی اِن باتوں پر غور سے نظر کرنے کے مشتاق ہیں۔''

ہماری نظر میں چیزوں کی اہمیت اُن کی قیمت پر مبنی ہوتی ہے یعنی جتنی زیادہ قیمتی چیز ہوگی اُتنی زیادہ اُس کی اہمیت ہو گی۔ اِس نکتۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو نجات کی اہمیت کیا ہوگی؟ نجات کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسیح نے ہمیں نجات دینے کی خاطر دُکھ و تکلیف سہنا، بلکہ اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کِیا۔ دُوسرے باب کی ۲۴ آیت میں پطرسؔ رسُول ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ ''وہ آپ ہمارے گُناہوں کو اپنے بدن پر لِئے ہُوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گُناہوں کے اعتبار سے مَر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں اور اُسی کے مار کھانے سے تُم نے شفا پائی۔''

اگر ہماری نجات مسیح کے نزدیک اِتنی قدر و قیمت رکھتی تھی تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم بھی اِس کی اُتنی ہی قدر کریں؟ پہلے باب کی آیت ۱۸ اور ۱۹ میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''کیونکہ تُم جانتے ہو کہ تُمہارا نکما چال چلن جو باپ دادا سے چلا آتا تھا اُس سے تُمہاری خلاصی فانی چیزوں یعنی سونے چاندی کے ذریعہ سے نہیں ہُوئی۔ بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش

ذریعہ سے نہیں ہُوئی۔ بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش قیمت خُون سے۔''

نجات بذاتِ خود ہمارے لِئے اِتنی بیش قیمت اور اہم ہے کہ اِسے حاصل کرنے کے لِئے ہمیں بڑے سے بڑے دُکھ اور بڑی سے بڑی مصیبت کو برداشت کرنے کے لِئے تیار رہنا چاہیے۔ لیکن خُدا نے اپنے پیار اور رحم کے وسیلے ایک مسیحی کے واسطے اِس سے بھی کہیں زیادہ سوچ رکھا ہے۔ ۷ آیت میں پطرسؔ رسُول نے اپنے پڑھنے والوں کو پہلے ہی بتا دیا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو اُنہیں تعریف، جلال اور عزّت مِلے گی۔ لیکن وہ اُنہیں یہ بھی یاد دِلاتا ہے کہ جلال تک پہنچنے سے پہلے مسیح کو بھی دُکھ اُٹھانا پڑا۔ عِبرانیوں کے نام خط میں لکھا ہے، ''اور اِیمان کے بانی اور کامل کرنے والے یسُوعؔ کو تکتے رہیں جس نے اُس خُوشی کے لِئے جو اُس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پرواہ نہ کر کے صلیب کا دُکھ سہا اور خُدا کے تخت کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ پس اُس پر غور کرو جس نے اپنے حق میں بُرائی کرنے والے گُناہگاروں کی اِس قدر مخالفت کی برداشت کی تاکہ تُم بے دِل ہو کر ہمت نہ ہارو۔'' (عِبرانیوں ۱۲: ۲-۳)

پطرسؔ رسُول ہم پر نجات کی قدر و اہمیت بحیثیت انسان کے ظاہر کرتا ہے۔ لیکن وہ جلال جو ہم مسیحیوں کا انتظار کر رہا ہے اُس کا اثر صِرف ہم پر ہی نہیں بلکہ اِس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ رُومیوں کے نام خط میں پولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''کیونکہ میری دانست میں اِس زمانہ کے دُکھ درد اِس لائق نہیں کہ اُس جلال کے مقابل ہو سکیں جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے۔ کیونکہ مخلُوقات کمال

آرزُو سے خُدا کے بیٹوں کے ظاہر ہونے کی راہ دیکھتی ہے۔ اِس لِئے کہ مخلُوقات بطالت کے اختیار میں کر دی گئی تھی۔ نہ اپنی خوشی سے بلکہ اُس کے باعث سے جس نے اُس کو اِس اُمید پر بطالت کے اختیار میں کر دیا کہ مخلُوقات بھی فنا کے قبضہ سے چھُوٹ کر خُدا کے فرزندوں کے جلال کی آزادی میں داخل ہو جائے گی۔" (رُومیِوں ۸:‏۱۸-۲۱) یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ہمیں مسیح پر اِیمان لانے کے سبب سے ہر طرح کے دُکھ تکلیف کو صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

پطرسؔ رسُول ہمیں ایک اشارہ دیتا ہے کہ نجات کِس قدر اہمیت رکھتی ہے اور ہماری قدر و قیمت خُدا کی نظر میں کتنی ہے جب وہ نبیوں کے بارے میں لکھتا ہے، "اُن پر یہ ظاہر کِیا گیا کہ وہ نہ اپنی بلکہ تمہاری خدمت کے لِئے یہ باتیں کہا کرتے تھے۔۔۔" (۱-پطرس ۱:‏۱۲)

ہم بجا طور پر نبیوں کو خُدا کے عظیم بندے قرار دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُنہوں نے اپنے آپ کو بڑی حلیمی سے اُن کی خدمت کے لِئے وقف کر دیا جو اپنا اِیمان مسیح پر رکھیں گے۔ اِیمان کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے باوجود مسیح کے پیروکاروں پر بڑا احسان اور بڑی مہربانی کی گئی ہے۔ ہر ایک مسِیحی کے لِئے یہ حوصلے و تسلی کے ساتھ ساتھ حلیمی و عاجزی کی بات ہے کہ خُدا نے اُسے کتنی بڑی عزّت سے نوازا ہے۔

یہاں مناسب ہو گا کہ خدمت کے بارے میں کچھ کہا جائے۔ دُنیا اِنسان کی اہمیت و قدر کا اندازا اِس بات سے لگاتی ہے کہ کِتنے خادم اُس کی خدمت میں لگے ہُوئے ہیں۔ لیکن مسیح میں اِس کے بالکل برعکس ہے۔ کلامِ

پاک کے مطابق، بڑا اور اہم شخص وہ ہے جو زیادہ خدمت کرتا ہے۔ مرقسؔ کی اِنجیل میں لکھا ہے، ''۔۔۔یِسُوعؔ نے اُنہیں پاس بُلا کر اُن سے کہا تُم جانتے ہو کہ جو غیرقوموں کے سردار سمجھے جاتے ہیں وہ اُن پر حکومت چلاتے ہیں اور اُن کے امیر اُن پر اختیار جتاتے ہیں۔ مگر تُم میں ایسا نہیں ہے بلکہ جو تُم میں بڑا ہونا چاہے وہ تُمہارا خادم بنے۔ اور جو تُم میں اوّل ہونا چاہے وہ سب کا غُلام بنے۔ کیونکہ ابنِ آدم بھی اِس لِئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لِئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیے میں دے۔'' (مرقس ۱۰:۴۲۔۴۵)

یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے کہ مسیح یِسُوعؔ نے اپنی اِس تعلیم کو کِس طرح عملی طور پر پورا کِیا۔ اُس نے ''دسترخوان سے اُٹھ کر کپڑے اُتارے اور رُومال لے کر اپنی کمر میں باندھا۔ اِس کے بعد برتن میں پانی ڈال کر شاگردوں کے پاؤں دھونے اور جو رُومال کمر میں بندھا تھا اُس سے پونچھنے شروع کِئے ۔۔۔ جب وہ اُن کے پاؤں دھو چُکا اور اپنے کپڑے پہن کر پھر بیٹھ گیا تو اُن سے کہا کیا تُم جانتے ہو کہ مَیں نے تُمہارے ساتھ کیا کِیا؟ تُم مُجھے اُستاد اور خُداوند کہتے ہو اور خوب کہتے ہو کیونکہ مَیں ہُوں۔ پس جب مُجھ خُداوند اور اُستاد نے تُمہارے پاؤں دھوئے تو تُم پر بھی فرض ہے کہ ایک دُوسرے کے پاؤں دھویا کرو۔ کیونکہ مَیں نے تُم کو ایک نمُونہ دِکھایا ہے کہ جیسا مَیں نے تُمہارے ساتھ کِیا ہے تُم بھی کِیا کرو۔'' (یُوحنّا ۱۳:۴۔۵، ۱۲۔۱۵)

پطرسؔ رسُول نے ہمیں بتایا کہ مسیح یِسُوعؔ اور نبیوں نے کِس طرح ہماری خدمت کی۔ اور ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بڑی حلیمی سے اُن کے نقشِ قدم پر چل کر دُوسروں کی خدمت کریں۔

پطرسؔ رسُول نجات کی قدر و اہمیت کے بارے میں ایک اَور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے، ”۔۔۔فرشتے بھی اِن باتوں پر غور سے نظر کرنے کے مشتاق ہیں۔“ (۱۔پطرس ۱:۱۲) ہم صِرف اندازے سے ہی کہہ سکتے ہیں کہ فرشتے ہماری نجات میں کیوں اِتنی دِلچسپی لے رہے ہیں۔ پاک کلام سے ہم جان سکتے ہیں کہ فرشتے بھی گُناہ میں گر سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بنی نوع اِنسان کی نجات کا فرشتوں کی عدالت اور نجات سے باہمی تعلق ہو؟

آٹھواں باب

نجات اور فرائض

(۱۔پطرس ۱: ۱۳۔۱۶)

اپنے پہلے اِلہامی خط کے شروع میں پطرسؔ رسُول پڑھنے والوں کو تسلی و حوصلہ دیتا ہے کہ کِس طرح مسیح یسُوعؔ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے وہ برکات سے مالامال ہُوئے ہیں۔ اُس نے اُنہیں نجات کی قدر و اہمیت بھی یاد دلائی۔ لیکن جو خُدا کی برکات حاصل کرتے ہیں اُن پر کچھ فرائض و پابندیاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ جیسا کہ مسیح نے فرمایا، ''جِسے بہت دیا گیا اُس سے بہت طلب کِیا جائے گا اور جِسے بہت سَونپا گیا ہے اُس سے زیادہ طلب کریں گے۔'' (لُوقا ۱۲:۴۸)

پہلا باب، اُس کی ۱۳ سے ۱۶ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اِس واسطے اپنی عقل کی کمر باندھ کر اور ہوشیار ہو کر اُس فضل کی کامِل اُمید رکھو جو یسُوعؔ مسیح کے ظہور کے وقت تُم پر ہونے والا ہے۔ اور فرمانبردار فرزند ہو کر اپنی جہالت کے زمانہ کی پُرانی خواہشوں کے تابع نہ بنو۔ بلکہ جس طرح تُمہارا بُلانے والا پاک ہے اُسی طرح تُم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو۔ کیونکہ لکھا ہے کہ پاک ہو اِس لِئے کہ مَیں پاک ہُوں۔'' (۱۔پطرس ۱: ۱۳۔۱۶)

پطرسؔ رسُول اُن لوگوں کو لکھ رہا ہے جو مسیح پر اِیمان رکھنے کے سبب دُکھ تکلیف سہہ رہے ہیں۔ جب ہم دُکھ تکلیف اُٹھا رہے ہوں، جب ہمیں چاروں طرف سے مشکلات نے گھیر رکھا ہو تو ہمارے لِئے بے کسی اور لاچاری کے جذبات میں بہہ جانا بہت آسان ہوتا ہے۔ دماغی بے سکونی اور قوتِ فیصلہ میں خلل ہمیں اِس حد تک اپاہج و معذور بنا دیتے ہیں کہ ہم بالکل بے بس ہو کر اپنے آپ کو خاموشی سے دُکھوں اور تکلیفوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ لیکن خُدا کی برکات اور اُس بیش قیمت نجات کی بدولت جو مسِیحیوں کو مِل چُکی ہے، مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ وہ تکلیف اور دُکھ میں بے کسی و لاچاری سے اپاہجوں کی طرح نہ رہیں۔ بلکہ پطرسؔ رسُول کہتا ہے، ''عقل کی کمر باندھ کر۔۔۔''

بائبل مُقدس میں ''کمر باندھنا'' کا ایک مطلب ہے عمل کرنے کے لِئے تیار ہونا۔ مثال کے طور پر لُوقاؔ کی اِنجیل میں مسیح یِسُوعؔ اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتے ہُوئے فرماتے ہیں، ''تُمہاری کمریں بندھی رہیں اور تُمہارے چراغ جلتے رہیں۔ اور تُم اُن آدمیوں کی مانند بنو جو اپنے مالک کی راہ دیکھتے ہوں کہ وہ شادی میں سے کب لوٹے گا تاکہ جب وہ آ کر دروازہ کھٹکھٹائے تو فوراً اُس کے واسطے کھول دیں۔'' (لُوقا ۱۲: ۳۵-۳۶) ایک مسِیحی کو اپنے مالک کا ہر ایک کام کرنے کے لِئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اُس کو اپنا دِل و دماغ اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں سے ہٹا کر یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کِس طرح اپنے مالک کی مرضی کو پُورا کرے۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار کو ''ہوشیار'' رہنا چاہیے۔ یوؔنانی لفظ جس کا ترجمہ ''ہوشیار'' کِیا گیا ہے اُس کا اصلی مطلب ہے ''نشہ آور چیزوں سے آزاد۔'' لوگوں کا شراب پینے اور نشہ آور دوائیاں استعمال کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی سب پریشانیاں بھول جائیں۔ دُوسرے لفظوں میں وہ حقیقت سے مُنہ چُرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ نشے میں مست ہو کر اُنہیں تکلیف اور مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن ایسا کرنے سے دُکھ تکلیف اَور زیادہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور وہ شخص جو نشے کی مستی میں چُور ہو کر بچ نکلنے کی راہ تلاش کر رہا ہوتا ہے، سوچنے سمجھنے کی قوت کھو بیٹھتا ہے اور اُس کے لِئے اپنے دُکھوں سے لڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مسِیحیوں کے لِئے یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ایک مسِیحی کو اپنے دُکھوں اور پریشانیوں سے بھاگنا نہیں چاہیے، بلکہ دُکھ و پریشانی کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور ہر تکلیف اور مصیبت کو اُمید کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے۔ جیسے پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''۔۔۔اُس فضل کی کامِل اُمید رکھو جو یِسُوعؔ مسیح کے ظہور کے وقت تُم پر ہونے والا ہے۔'' (۱-پطرس ۱۳:۱)

پوَلُسؔ رسُول اِس تصور کو اَور زیادہ وسیع کرتے ہُوئے لکھتا ہے، ''۔۔۔اور خُدا کے جلال کی اُمید پر فخر کریں، اور صِرف یِہی نہیں بلکہ مصیبتوں میں بھی فخر کریں یہ جان کر کہ مصیبت سے صبر پیدا ہوتا ہے۔ اور صبر سے پختگی اور پختگی سے اُمید پیدا ہوتی ہے، اور اُمید سے شرمندگی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ رُوح اُلقُدس جو ہم کو بخشا گیا ہے اُس کے وسیلہ سے خُدا کی محبّت ہمارے دِلوں

رُوح اُلقدُس جو ہم کو بخشا گیا ہے اُس کے وسیلہ سے خُدا کی محبّت ہمارے دِلوں میں ڈالی گئی ہے۔'' (رُومِیوں ۵:۲-۵)

اپنے اِلہامی خط کے شروع میں پطرسؔ رسُول، خُدا کو ''باپ'' کہہ کر مخاطب ہوتا ہے۔ وہ اِس لِئے خُدا کو باپ کہتا ہے کیونکہ پاک کلام میں لکھا ہے کہ جب ہم مسیح یِسُوعؔ پر اِیمان لے آتے ہیں تو خُدا ہمیں فرزند بننے کا حق بخشتا ہے۔ جیسا کہ رُومِیوں کے نام خط میں پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، '' رُوح خود ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں۔ اور اگر فرزند ہیں تو وارِث بھی ہیں یعنی خُدا کے وارِث اور مسیح کے ہم میراث۔۔۔'' (رُومِیوں ۱۶:۸-۱۷) لیکن پطرسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ خُدا کے فرزند ہونے کی عنایت و مہربانی کے ساتھ ہم پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ وہ کہتا ہے، ''اور فرمانبردار فرزند ہو کر اپنی جہالت کے زمانہ کی پُرانی خواہشوں کے تابع نہ بنو۔'' (۱-پطرس ۱:۱۴)

جب پطرسؔ رسُول جہالت کی بات کرتا ہے تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک شخص کِتنا زیادہ تعلیم یافتہ ہے۔ پطرسؔ رسُول بذاتِ خود ایک غیر تعلیم یافتہ ماہی گیر تھا۔ اعمال کی کتاب میں لکھا ہے، ''جب اُنہوں نے پطرسؔ اور یُوحنّاؔ کی دلیری دیکھی اور معلُوم کِیا کہ یہ اَن پڑھ اور ناواقف آدمی ہیں تو تعجب کِیا۔ پھر اُنہیں پہچانا کہ یہ یِسُوعؔ کے ساتھ رہے ہیں۔'' (اعمال ۴:۱۳)

اِس کے برعکس پَولُسؔ رسُول اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ اعمال کی کتاب میں وہ کہتا ہے، ''۔۔۔میری تربیت اِس شہر میں گملی ایلؔ کے قدموں میں ہُوئی اور مَیں

نے باپ دادا کی شرِیعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی۔۔۔" (اعمال ۲۲:۳) اور گلتیوں کے نام خط میں وہ کہتا ہے، "۔۔۔مَیں یہُودیؔ طریق میں اپنی قوم کے اکثر ہم عُمروں سے بڑھتا جاتا تھا اور اپنے بزرگوں کی روایتوں میں نہایت سرگرم تھا۔" (گلتیوں ۱:۱۴)

پطرسؔ اور پَولُسؔ میں مشترکہ بات یہ تھی کہ وہ دونوں مسیح کو مِلے اور اُس سے پیار کرنے لگے۔ سوال یہ نہیں کہ ہمارے پاس کِتنی ڈگریاں ہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کو جانتے ہیں؟ پطرسؔ رسُول جس جہالت کا ذکر یہاں کر رہا ہے وہ رُوحانی جہالت ہے۔

رُوحانی جہالت دو قِسم کی ہوتی ہے۔ پہلی خُدا اور گُناہوں سے نجات کے بارے میں بے خبری جو خُدا، مسیح یِسُوعؔ کے وسیلے سے بخشتا ہے۔ اعمال کی کتاب میں لکھا ہے، "پس خُدا کی نسل ہو کر ہم کو یہ خیال کرنا مناسب نہیں کہ ذاتِ اِلٰہی اُس سونے یا روپے یا پتھر کی مانند ہے جو آدمی کے ہُنر اور ایجاد سے گھڑے گئے ہوں۔ پس خُدا جہالت کے وقتوں سے چشم پوشی کر کے اب سب آدمیوں کو ہر جگہ حُکم دیتا ہے کہ توبہ کریں۔" (اعمال ۱۷:۲۹-۳۰)

دُوسری قِسم کی رُوحانی جہالت، پہلی سے کہیں غور و فکر طلب ہے۔ اِس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کوئی خُدا کے بارے میں تو سُنے مگر جان بوجھ کر اپنے دِل کو اُس کے پیغام کے لِئے سخت کر لے۔ پَولُسؔ رسُول اِفسیوں کے نام خط میں لکھتا ہے، "۔۔۔جس طرح غیر قومیں اپنے بیہُودہ خیالات کے موافق چلتی ہیں تُم آیندہ کو اُس طرح نہ چلنا۔ کیونکہ اُن کی عقل تاریک ہو گئی ہے اور وہ اُس

نادانی کے سبب سے جو اُن میں ہے اور اپنے دِلوں کی سختی کے باعث خُدا کی زندگی سے خارج ہیں۔" (اِفسیوں ۴:۱۷-۱۸) اِس بیان سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دِلوں کی سختی جہالت کا سبب بنتی ہے اور اِنسان اِلٰہی زندگی سے بالکل معذور ہو جاتا ہے۔ اِسی لِئے پطرسؔ رسُول زور دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ ہم ہر حالت میں خُدا کے تابع رہیں۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ہماری تابعداری پاک رہنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہم اپنی کوشش اور قوت سے پاک نہیں ٹھہر سکتے۔ کُلُسّیوں کے نام خط میں پَولُسؔ رسُول ہمیں یاد دِلاتا ہے، "اور اُس نے اَب اُس کے جِسمانی بدن میں مَوت کے وسیلے سے تُمہارا بھی میل کر لِیا، جو پہلے خارِج اور بُرے کاموں کے سبب سے دِل سے دُشمن تھے تاکہ وہ تُم کو مُقدس، بے عیب اور بے اِلزام بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے۔" (کُلُسّیوں ۱:۲۱-۲۳)

ہم کہاں تک پاک اور مُقدس ہیں؟ اِس کا اندازہ تو ہم اپنے آپ کو مکمل طور پر مسیح یِسُوعؔ کے سپرد کر کے ہی لگا سکتے ہیں۔ جِتنا زیادہ ہم مسیح کے تابع ہوں گے اُتنا زیادہ ہماری پاکیزگی میں اضافہ ہو گا۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو مسیح کے سُپرد کر دیا ہے یا ہم ابھی تک اپنی ہی مرضی کے چکر میں پھنسے ہُوئے ہیں؟

نواں باب

خوف کے ساتھ

(۱-پطرس ۱:۱۷-۱۹)

اپنے اِلہامی خط کے شروع میں پطرسؔ رسُول، مسیح یسُوعؔ کے پیروکاروں کو یاد دِلاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے اِیمان کے وسیلے سے کتنی بھاری برکات حاصل کی ہیں۔ یہ برکات اِتنی بھاری ہیں کہ اگر ایک مسیحی کو مسیح پر اِیمان رکھنے کے باعث دُکھ بھی اُٹھانا پڑے تو وہ خوشی سے یہ سب برداشت کرے گا۔ کیونکہ مسیح کے پیروکار کو یہ برکات مسیح کے ساتھ رشتے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں اِسی لِئے وہ مسیحی پر یہ فرض بھی عائد کر دیتی ہیں کہ وہ پاک ہو۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کیونکہ وہ مسیح کے نام لیوا ہیں اِس لِئے اُن کو آزادی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں کیونکہ خُدا کا فضل اُن کا قصور نظرانداز کر دے گا۔ یہ تصور ٹھیک نہیں ہے۔ خُدا ہمیں ہمارے ساتھ لگے ہُوئے کِسی لیبل کی وجہ سے قبول نہیں کرے گا، بلکہ مسیح کے ساتھ ہمارے کی بِنا پر ہمیں قبول کرے گا۔ اگر ہم اپنے فعل و عمل سے اُس رشتے کے تقدس کو پامال کریں تو اُس کے ہاں قبول نہیں کِئے جائیں گے۔ پہلے باب کی ۱۷ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ”اور جب کہ تُم باپ کہہ کر اُس سے دُعا کرتے ہو جو ہر ایک کام کے موافق بغیر طرفداری کے

باپ کہہ کر اُس سے دُعا کرتے ہو جو ہر ایک کام کے موافق بغیر طرفداری کے اِنصاف کرتا ہے تو اپنی مُسافرت کا زمانہ خوف کے ساتھ گذارو۔''

پَولُسؔ رسُول رُومیوں کے نام خط میں اِس کی یوں وضاحت کرتا ہے، ''وہ ہر ایک کو اُس کے کاموں کے موافق بدلہ دے گا۔ جو نیکوکاری میں ثابت قدم رہ کر جلال اور عزّت اور بقا کے طالب ہوتے ہیں اُن کو ہمیشہ کی زندگی دے گا۔ مگر جو تفرقہ انداز اور حق کے نہ ماننے والے بلکہ ناراستی کے ماننے والے ہیں اُن پر غضب اور قہر ہو گا۔ اور مصیبت اور تنگی ہر ایک بدکار کی جان پر آئے گی، پہلے یہُودیؔ کی، پھر یُونانیؔ کی۔ مگر جلال اور عزّت اور سلامتی ہر ایک نیکوکار کو مِلے گی، پہلے یہُودیؔ کو، پھر یُونانیؔ کو۔ کیونکہ خُدا کے ہاں کِسی کی طرفداری نہیں۔'' (رُومِیوں ۲:۶-۱۱)

بائبل مُقدس کے اِس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہم مسیح کے پیروکار ہونے کو شیطانی کام کرنے کے لِئے عُذر کے طور پر اِستعمال نہیں کر سکتے۔ لیکن جب پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ''مُسافرت کا زمانہ خوف کے ساتھ گذارو'' تو اُس کا کیا مطلب ہے؟ کچھ لوگوں کا خُدا کے بارے میں خیال ہے کہ وہ جابر اور غُصے والا ہے اور اِس اِنتظار میں رہتا ہے کہ جونہی کوئی غلط کام کرے اُسے سزا دے۔ لیکن اِس کے برعکس پطرسؔ رسُول نے پہلے ہی اِس بات پر زور دیا ہے کہ خُدا پُرمحبّت خُدا ہے اور مسیح کے پیروکار اُس کے بچے ہیں۔ وہ بچے جو اپنے پُرشفقت باپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اُنہیں اُس سے خوف رکھنے کی قطعی ضرُوری نہیں ہوتی۔ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''محبّت میں خوف نہیں ہوتا بلکہ کامل

محبّت خوف کو دُور کر دیتی ہے کیونکہ خوف سے عذاب ہوتا ہے اور کوئی خوف کرنے والا محبّت میں کامل نہیں ہُوا۔" (۱۔یُوحنّا ۱۸:۴)

تو اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس سے ہمیں خوف کرنا چاہیے؟ ہمیں ہر اُس چیز سے خوف آنا چاہیے جو پُرمحبّت خُدا اور ہمارے درمیان رشتے کو تباہ و برباد کر دے۔ امثال ۸ باب، اُس کی ۱۳ آیت میں لکھا ہے، "خُداوند کا خوف بدی سے عداوت ہے۔۔۔"

پطرسؔ رسُول ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ خُدا اور ہمارے درمیان باپ اور بچوں والا رشتہ بہت بڑی قیمت دے کر خریدا گیا ہے۔ پہلا باب، اُس کی ۱۸ سے ۱۹ آیت میں پطرسؔ لکھتا ہے، "کیونکہ تُم جانتے ہو کہ تُمہارا نکما چال چلن جو باپ دادا سے چلا آتا تھا اُس سے تُمہاری خلاصی فانی چیزوں یعنی سونے چاندی کے ذریعہ سے نہیں ہُوئی بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش قیمت خُون سے۔"

ذرا غور کیجئے کہ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ وہ چال چلن جو باپ دادا سے چلا آ رہا تھا وہ نکما ہے۔ بہت سے لوگ اپنے خاندانی شجرہَ نسب پر بڑا گھمنڈ کرتے ہیں۔ لیکن اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہمارے آباؤ اجداد کون تھے، یا اُن کے پاس کیا تھا، یا وہ کتنے کامیاب تھے۔ ہماری میراث بغیر مسیح کے بالکل بے معنی ہے۔ مسیح یِسُوعؔ نے اِس بارے میں کیا خوب سوال کِیا، "۔۔۔آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ اور آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے؟" (مرقس

اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ اور آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے؟'' (مرقس ۸:۳۶-۳۷)

کچھ لوگ بڑی شیخی مارتے ہُوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُنہوں نے مسیح کی پیروی کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ کھو دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، ''اگر مَیں مسیحی نہ ہوتا تو یہ ہوتا یا وہ ہوتا۔'' لیکن اِس قِسم کی گفتگو بالکل فضول ہے کیونکہ ہماری دولت اور ہمارا اعلیٰ مرتبہ کِس کام کا اگر ہم خُدا کی نظر میں مقبول و پسندیدہ نہیں ہیں؟ ہمارا شجرۂ نسب اور دستور کِتنا ہی پُرانا اور کِتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو وہ ہمیں بچا نہیں سکتا۔ یہ صِرف مسیح یِسُوعؔ ہے جو ہمارا خُدا کے ساتھ ٹُوٹا ہُوا رشتہ بحال کر سکتا ہے۔

جب پطرسؔ رسُول، مسیح کو ''بے عیب اور بے داغ برّہ'' کہتا ہے تو دراصل وہ مُوسَوی شرِیعت کے تحت دی جانے والی قُربانیوں کا حوالہ دے رہا ہے۔ پہلے باب کی ۲ آیت میں وہ اپنے پڑھنے والوں کو یاد دِلاتا ہے کہ مسیح ہی گُناہ کی قُربانی ہے۔ لیکن یہاں پطرسؔ اُس قُربانی کا ذکر کر رہا ہے جو اُس وقت دی گئی جب بنی اِسرؔائیل، مِصرؔ میں غُلامی سے آزاد ہُوئے تھے۔ خرُوج کی کتاب ۱۲ باب، اُس کی ۲۱ سے ۲۴ آیت میں لکھا ہے، ''تب مُوسیٰؔ نے اِسرؔائیل کے سب بزُرگوں کو بُلوا کر اُن کو کہا کہ اپنے اپنے خاندان کے مُطابِق ایک ایک برّہ نکال رکھو اور یہ فسح کا برّہ ذبح کرنا۔ اور تُم زُوفے کا ایک گچھا لے کر اُس خُون میں جو باسن میں ہو گا ڈبونا اور اُسی باسن کے خُون میں سے کچھ اُوپر کی چوکھٹ اور دروازے کے دونوں بازُوؤں پر لگا دینا۔ اور تُم میں سے

کوئی صُبح تک اپنے گھر کے دروازہ سے باہر نہ جائے۔ کیونکہ خُداوند مِصریوں کو مارتا ہُوا گُذرے گا اور جب خُداوند اُوپر کی چوکھٹ اور دروازہ کے دونوں بازوؤں پر خُون دیکھے گا تو وہ اُس دروازہ کو چھوڑ جائے گا اور ہلاک کرنے والے کو تُم کو مارنے کے لِئے گھر کے اندر آنے نہ دے گا۔ اور تُم اِس بات کو اپنے اور اپنی اولاد کے لِئے ہمیشہ کی رسم کر کے ماننا۔"

اِس واقعہ کے بعد خُدا کی طرف سے پہلوٹھے کا فِدیہ دینے کی رسم پڑگئی۔ خرُوج کی کتاب ۱۳ باب، اُس کی ۱۳ سے ۱۵ آیت میں لکھا ہے، "۔۔۔تیرے بیٹوں میں جتنے پہلوٹھے ہوں اُن سب کا فِدیہ تُجھ کو دینا ہو گا۔ اور جب آیندہ زمانہ میں تیرا بیٹا تُجھ سے سوال کرے کہ یہ کیا ہے؟ تو تُو اُسے یہ جواب دینا کہ خُداوند ہم کو مِصرؔ سے جو غُلامی کا گھر ہے بزورِ بازُو نکال لایا۔ اور جب فرعونؔ نے ہم کو جانے دینا نہ چاہا تو خُداوند نے مُلکِ مِصرؔ میں اِنسان اور حیوان دونوں کے پہلوٹھے مار دِئے۔ اِس لِئے مَیں جانوروں کے سب نر بچوں کو جو اپنی اپنی ماں کے رِحم کو کھولتے ہیں خُداوند کے آگے قُربانی کرتا ہُوں لیکن اپنے بیٹوں کے سب پہلوٹھوں کا فِدیہ دیتا ہُوں۔" اِسی طرح مسیح بھی ایک برّہ ہے جو ہمارا فِدیہ دینے کے لِئے قُربان ہُوا۔ پہلا کُرِنتھیوں ۵ باب، اُس کی ۷ آیت میں لکھا ہے، "۔۔۔ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قُربان ہُوا۔"

یُونانی لفظ جس کو "خلاصی" یا "فِدیہ" ترجمہ کِیا گیا ہے اُس کا مطلب ہے "چھُٹکارا دِلانا۔" ہم نے اپنے فعل و عمل سے اپنے آپ کو گُناہ کی غُلامی میں بیچ دیا۔ لیکن مسیح نے ہمیں اپنے خُون کے ساتھ شیطانؔ سے واپس خرید لِیا۔

ہماری نجات اور چھٹکارے کی قدروقیمت کتنی بڑی ہے؟ پطرسؔ رسُول ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ یہ بیش قیمت ہے بلکہ سونے چاندی سے بھی کہیں زیادہ قدروقیمت رکھتی ہے۔ سونا اور چاندی تباہ و برباد ہو جائیں گے کیونکہ وہ اِس تخلیق کا ایک حِصّہ ہیں۔ لیکن مسیح کی قُربانی کا اثر ابد تک رہے گا۔ وہ بیش قیمت نجات جو خُدا نے ہمیں مسیح کے وسیلے سے بخشی ہے، ہم میں سے ہر ایک کو مجبور کر دے گی کہ ہم خُدا کو اِتنا پیار کریں اور اُسے خوش کرنے کی اپنی پُوری کوشش کریں اور اُس چیز سے دُور بھاگیں جو خُدا کے ساتھ ہمارے رشتے کو نقصان پہنچائے۔ ہمارے ساتھ خُدا کے عظیم پیار کی اَور کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی کہ اُس نے ہمیں گُناہ سے چھٹکارا دِلانے کے لِئے بیش قیمت قُربانی دی۔

دسواں باب

اخِیر زمانہ

(۱-پطرس ۱:۲۰-۲۱)

وہ کون سی چیز ہے جو زندگی کو پُر معنی بناتی ہے؟ پطرسؔ رسُول کے مطابق وہ مسیح کی طرف سے جان کی وہ قُربانی ہے جس نے ہمیں باپ دادا سے چلے آنے والے نکمے چال چلن سے چھٹکارا دیا۔ اپنے پہلے اِلہامی خط کے پہلے باب کی آیت ۲۰ سے ۲۱ میں پطرسؔ رسُول، مسیح کے بارے میں لکھتا ہے، ''اُس کا علم تو بنایِ عالم سے پیشتر سے تھا مگر ظہُور اخِیر زمانہ میں تُمہاری خاطر ہُوا کہ اُس کے وسیلہ سے خُدا پر اِیمان لائے ہو جس نے اُس کو مُردوں میں سے جِلایا اور جلال بخشا تاکہ تُمہارا اِیمان اور اُمید خُدا پر ہو۔''

اپنے خط کے شرُوع میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ مسیح کے پیروکار خُدا کے علمِ سابق کے موافق چُنے گئے۔ اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اِس سے پہلے کہ دُنیا وجود میں آتی، یہ حقیقت مسلمہ تھی کہ مسیح ہمارا نجات دہندہ ہو گا۔ اور اگر ہم نجات دہندہ کو رد کریں جس کو ازل سے چُنا گیا ہے تو خود ہی بتایئے پھر اَور کون ہے جس کی طرف ہم جا سکتے ہیں؟

ہم کیا سیکھ سکتے ہیں جب پطرسؔ رسُول یہ کہتا ہے کہ مسیح کا ظہُور ''اخیر زمانہ'' میں ہُوا؟ ایک سبق اِس سے یہ مِلتا ہے کہ اِس کے باوجُود کہ ہم دیکھ نہیں سکتے کہ خُدا کیا کر رہا ہے، اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں کر رہا۔ مسیح کو ہماری نجات کی ازل سے فکر تھی لیکن جب تک وہ دُنیا میں خُدا کا بیٹا بن کر نہیں آیا اُس کا کام چُھپا رہا۔ یُوحنّاؔ کی اِنجیل ۵ باب، اُس کی ۱۷ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔یِسُوعؔ نے اُن سے کہا کہ میرا باپ اَب تک کام کرتا ہے اور مَیں بھی کام کرتا ہُوں۔'' شائد ہم کبھی بھی نہ پہچان سکیں کہ خُدا کا ہاتھ کِس طرح ہمارے مختلف حالات میں کام کرتا ہے لیکن وہ مسلسل اپنے کام میں مصروف ہے، خواہ ہم پر ظاہر کرے یا نہ کرے۔

ایک اَور سبق ہمیں اِس سے یہ مِلتا ہے کہ خُدا ہمیشہ مناسب وقت پر اپنے منصوبے کو ہم پر عیاں کرتا ہے۔ پَولُسؔ رسُول ہمیں یاد دِلاتا ہے، ''۔۔۔عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مُؤا۔'' (رُومِیوں ۵:۶) کیا ہم صبر سے اُس عین وقت کا انتظار کرتے ہیں جب خُدا اپنے کام کو ہم پر ظاہر کرے گا، یا ہم کوشش کرتے ہیں کہ حالات کو خود ہی کنٹرول کریں؟

''اخیر زمانہ'' کا کیا مطلب ہے؟ جب ہم بائبل مُقدس کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اِنسانی تاریخ تین زمانوں میں تقسیم ہو چُکی ہے۔

پہلا، قدیم بزرگوں کا زمانہ ہے۔ اِس زمانے کے دوران خُدا نے اپنے ازلی منصوبے کی چند جھلکیاں دکھائیں۔ اُن دِنوں خُدا کے ظہُور کے پیغام کا نچوڑ اِن الفاظ میں بیان کِیا جا سکتا ہے: ''نجات دہندہ آنے والا ہے۔''

اگرچہ خُدا کو ہر آدمی کی فکر ہوتی ہے مگر اُس زمانے میں اُس نے اپنا کام شرُوع کرنے کے لِئے صِرف ایک خاندان کو چُنا، یعنی حضرت نُوحؔ، حضرت سِمؔ، حضرت ابرہامؔ، حضرت اِضحاقؔ، اور حضرت یعقوبؔ کے خاندان کو۔

اگلے زمانے کے دوران خُدا نے اپنے کام کے لِئے پُوری قوم کو چُنا۔ اِسی لِئے ہم اُسے یہُودیوں کا زمانہ کہتے ہیں۔ اِسی زمانے کے دوران خُدا نے بنی اِسرائیل کو مُوسویؔ شرِیعت دی اور کِسی حد تک اپنا منصوبہ انبیاؑ کے ذریعہ ظاہر کِیا۔ اِس زمانے کے دوران اِلٰہی پیغام زیادہ تر مثالوں اور پیشن گوئیوں کے ذریعہ دیا گیا جس کا بُنیادی مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو گُناہ کے بارے میں، اپنی کوشش سے نجات حاصل کرنے کی بے وقوفی کے بارے میں، اور نجات دہندے کے بارے میں بتایا جائے کہ وہ کیسا ہو گا۔ اِسی لِئے مُوسویؔ شرِیعت کو ایک ٹیچر یا ایک اُستاد بھی کہتے ہیں۔ اِنجیلِ مُقدس میں گلتیوں ۳ باب، اُس کی ۲۴ آیت میں پُولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''پس شرِیعت مسیحؔ تک پہنچانے کو ہمارا اُستاد بنی تاکہ ہم اِیمان کے سبب سے راستباز ٹھہریں۔''

تیسرا زمانہ مسِیحی زمانہ کہلاتا ہے کیونکہ اِس زمانے میں خُدا نے اپنا منصوبہ پُورے طور پر مسیحؔ یسُوعؔ کے ذریعہ ظاہر کِیا۔ تیسرا زمانہ باقی دو زمانوں سے تین طرح سے مختلف ہے:

نمبر ۱، اِلٰہی پیغام کی وسعت۔ پہلے خُدا کا کلام صِرف چند لوگوں تک پہنچایا گیا۔ لیکن اب خُدا کا پیغام صِرف مخصوص خاندان یا کِسی ایک قوم تک محدود نہیں ہے۔ اُس کا پیغام سب لوگوں کے لِئے اور سب قوموں کے لِئے ہے۔

جیسا کہ اعمال کی کِتاب ۱۷ باب، اُس کی ۳۰ سے ۳۱ آیت میں لکھا ہے، ’’پس خُدا جہالت کے وقتوں سے چشم پوشی کر کے اب سب آدمیوں کو ہر جگہ حُکم دیتا ہے کہ توبہ کریں۔ کیونکہ اُس نے ایک دِن ٹھہرایا ہے جس میں وہ راستی سے دُنیا کی عدالت اُس آدمی کی معرفت کرے گا جِسے اُس نے مقرّر کِیا ہے اور اُسے مُردوں میں سے جِلا کر یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے۔‘‘

نمبر ۲، پیغام کا مرکزی نقطہ یا رُخ۔ جب کہ پہلے دو زمانوں کے دوران پیغام میں نجات دہندے کے دُنیا میں آنے کی طرف اشارہ تھا، مسیحی زمانہ میں پیغام یہ ہے کہ مسیح آ چُکا ہے۔

نمبر ۳، اِلٰہی پیغام کی خاصیت۔ پہلے زمانوں میں لوگوں کو خُدا کے بارے میں بتایا گیا۔ لیکن اخِیر زمانے میں خُدا نے اپنے آپ کو مسیح یسُوعؔ کی شکل میں ہم پر ظاہر کِیا۔ عِبرانیوں کے نام خط میں لکھا ہے، ’’اگلے زمانہ میں خُدا نے باپ دادا سے حِصّہ بہ حِصّہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اِس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کِیا جسے اُس نے سب چیزوں کا وارِث ٹھہرایا اور جس کے وسیلہ سے اُس نے عالم بھی پیدا کِئے۔ وہ اُس کے جلال کا پرتَو اور اُس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔۔۔‘‘ (عِبرانیوں ۱:۱-۳) مسیح نے خود فرمایا، ’’۔۔۔جس نے مُجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا۔۔۔‘‘ (یُوحنّا ۱۴:۹) اور ایک اَور موقع پر مسیح نے کہا، ’’مَیں اور باپ ایک ہیں۔‘‘ (یُوحنّا ۱۰:۳۰)

مسیحی زمانہ کو ''آخر زمانہ'' کہنا بالکل مناسب ہے۔ ایک بات تو واضح ہے کہ خُدا کا آئیندہ ظہور اُس سے زیادہ مکمل اور وسیع کبھی نہ ہو سکتا جیسا مسیح کے ذریعہ ابھی ہو چُکا ہے۔ اِس کے علاوہ مسیح یسُوعؔ کے الفاظ نہ تو مٹ سکتے ہیں اور نہ کوئی اُن کی جگہ لے سکتا ہے۔ یسُوعؔ مسیح نے فرمایا، ''آسمان اور زمیں ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلینگی۔'' (لُوقا ۲۱:۳۳)

''اخیر زمانہ'' ہونے کی ایک اَور وجہ یہ ہے کہ مسیح جیسا نجات دہندہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم مسیح کو بحیثیت نجات دہندے کے رد کر دیں تو پھر اَور کوئی نہیں جس کی طرف ہم جا سکتے ہیں۔ نجات پانے کا کوئی اَور راستہ نہیں ہے۔ ہم خُدا کے کِسی اَور ظہور کی اُمید نہیں رکھ سکتے۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ''۔۔۔کِسی دُوسرے کے وسیلہ سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دُوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں۔'' (اعمال ۴:۱۲)

پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ یہ مسیح ہی ہے جس کے وسیلے سے ہم خُدا پر اِیمان لا سکتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خُدا ہمارے اِیمان کی منزل ہے، اور مسیح وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم خُدا پر اِیمان لاتے ہیں۔ اِسی سے ہم لوگوں کے دعووُں کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ وہ خُدا کو جانتا ہے، تو ہم اُس سے پوچھ سکتے ہیں کہ ''آپ مسیح کو کتنا جانتے ہیں؟'' اور اگر کوئی مسیح یسُوعؔ کا پیروکار نہیں تو اُس کے لِئے خُدا پر مکمل اِیمان لانا ناممکن ہو گا۔ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''جو کوئی بیٹے کا اِنکار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی نہیں۔ جو

بیٹے کا اقرار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی ہے۔'' (۱-یُوحنّا ۲:۲۳) مسیح نے خود فرمایا، ''۔۔۔راہ اور حق اور زندگی مَیں ہُوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔'' (یُوحنّا ۱۴:۶) یہ بالکل مناسب ہے، کیونکہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ بیٹا ''۔۔۔اُس کے جلال کا پرتَو اور اُس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔۔۔'' (عِبرانیوں ۱:۳)

ہم سب کو چاہیے کہ ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا خُدا پر ہمارا اِیمان مکمل و کامل ہے؟ اور اِس کا اندازہ ہمیں اِس بات سے ہو جائے گا کہ ہمارا مسیح پر اِیمان کتنا مضبوط ہے۔ کیا ہم واقعی اُس کے پیروکار ہیں؟

گیارھواں باب

حق کی تابعداری اور محبّت

(ا-پطرس ۱:۲۲)

اپنے پہلے اِلہامی خط کے پہلے حِصّے میں پطرسؔ رسُول اُس رشتے کا ذکر کرتا ہے جو خُدا اور مسیح کے پیروکاروں کے درمیان ہے۔ خُدا نے مسیحیوں کو مسیح یسُوعؔ کی بیش قیمت قُربانی کے ذریعے گُناہ سے چھڑا لیا ہے۔ اور اب اُن کی ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اُس عظیم قُربانی کی بے حرمتی ہو۔ لیکن مسیح کی قُربانی کو صِرف خُدا کے ساتھ ہمارا رشتہ ہی نہیں جوڑنا بلکہ اِس سے کہیں زیادہ کرنا ہے۔ مسیح کی قُربانی ہمیں دُوسرے لوگوں کے بارے میں مختلف رویہ رکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ ۲۲ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''چونکہ تُم نے حق کی تابعداری سے اپنے دِلوں کو پاک کِیا ہے جس سے بھائیوں کی بے ریا محبّت پیدا ہُوئی، اِس لِئے دِل و جان سے آپس میں بہت محبّت رکھو۔''

ہمارا اُردو ترجمہ لفظ ''پاک'' کو یہاں اور آیت دو میں استعمال کرتا ہے۔ لیکن پطرسؔ رسُول دو مختلف یُونانی الفاظ استعمال کرتا ہے۔ آیت دو کا مطلب یہ ہے کہ رُوح اُلقُدس نے ہمیں خُدا کے کام کے لِئے مخصوص کر لِیا ہے۔ جو لفظ یہاں استعمال ہُوا ہے اُس کا مطلب ہے صاف کرنا یا گندگی دُور

کرنا۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ یہ تابعداری ہی ہے جو ہماری زندگی سے ہر قِسم کی گندگی کو دُور کرتی ہے۔ اگرچہ یہ خُدا کا رحم، مسیح کی قُربانی اور رُوح اُلقدُس ہے جس نے ہمیں یہ موقع فراہم کِیا، پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ گُناہ سے پاک ہونے میں ہماری کوشش بھی شامل ہے۔ اُس وقت تک ہم گُناہ سے پاک نہیں ہو سکتے جب تک ہم تابعداری نہ کریں۔ یہ تابعداری ہی ہے جو موقع کو حقیقت میں بدل سکتی ہے۔

لیکن سوال پوچھا جا سکتا ہے، ''تابعداری کِس کی؟'' پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ہم ''حق'' یعنی سچائی کی تابعداری کر کے پاک بن سکتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہم نہ صِرف تابعداری کرنے میں بلکہ اِس بارے میں بھی سمجھ بوجھ سے کام لیں کہ وہ کون ہے جس کے تابع ہونا چاہیے۔ یہ ایک نہایت اعلیٰ اور ضرُوری نکتہ ہے کیونکہ سچائی مسِیحیت کی ایک بُنیاد ہے۔ بائبل مُقدس ہمیں بتاتی ہے، ''۔۔۔خُدا کا جھُوٹ بولنا ممکن نہیں۔۔۔'' (عِبرانیوں ۱۸:۶) مسیح یِسُوعؔ نے فرمایا، ''حق۔۔۔ مَیں ہُوں۔۔۔'' (یُوحنّا ۶:۱۴) اِس بیان کی روشنی میں ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ جس چیز میں سچائی نہیں وہ مسِیحیت کا حِصّہ نہیں ہو سکتی۔ شائد یہ آپ کے لِئے حیرت کا باعث ہو۔ کیا مسیح کے پیروکاروں پر فرض نہیں کہ وہ اپنے دین کو جس طرح چاہیں پھیلائیں؟ جیسا کہ لکھا ہے، ''اگر میرے جھُوٹ کے سبب سے خُدا کی سچائی اُس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہُوئی تو پھر کیوں گُناہگار کی طرح مُجھ پر حُکم دیا جاتا ہے؟'' (رُومیوں ۷:۳)

پطرسؔ رسُول نے اِس کا پہلے ہی جواب دے دیا ہے۔ مسیحیت ایک دین یا مذہب سے بڑھکر ایک رشتے کا نام ہے۔ خُدا نے مسیح کے پیروکاروں کو اپنے لے پالک بیٹے بنا لِیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اُس کے بچوں کا وہی چال چلن ہو جیسا اُس کا ہے۔ جیسا کہ پطرسؔ رسُول آیت ۱۵ اور ۱۶ میں لکھتا ہے، ''بلکہ جس طرح تُمہارا بُلانے والا پاک ہے اُسی طرح تُم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو۔ کیونکہ لکھا ہے کہ پاک ہو اِس لِئے کہ مَیں پاک ہُوں۔'' (۱۔پطرس ۱:۱۵۔۱۶) کیونکہ سچائی خُدا کی فطرت و عادت کا ایک حِصّہ ہے، اِس لِئے اُس کے بچے ہونے کے ناطے ضرُوری ہے کہ سچائی ہماری زندگی کا بھی ایک اہم حِصّہ ہو۔

ہماری نجات و سزا کا فیصلہ اِس پر مبنی ہے کہ سچائی کے بارے میں ہمارا رویہ کیا ہے۔ جیسا پَولُسؔ رسُول اُن کے بارے میں لکھتا ہے جنہیں خُدا نے رد کر دیا، ''۔۔۔اُنہوں نے حق کی محبّت کو اختیار نہ کِیا جس سے اُن کی نجات ہوتی۔'' (۲۔تِھسّلُنیکیوں ۲:۱۰) دُوسری طرف مسیح نے فرمایا، ''۔۔۔اگر تُم میرے کلام پر قائم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے۔ اور سچائی سے واقف ہو گے اور سچائی تُم کو آزاد کرے گی۔'' (یُوحنّا ۸:۳۱۔۳۲)

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ سچائی کی تابعداری نہ صِرف ہمیں پاک کرتی ہے بلکہ وہ ہمیں پیار کرنے پر بھی مجبور کر دیتی ہے۔ ایسا پیار جو ہمیں اپنے بھائی یا اپنے کِسی قریبی جاننے والے سے ہوتا ہے۔ جس طرح بچہ جس خاندان میں پیدا ہوتا ہے اُس خاندان سے فطری طور پر اُسے پیار ہو جاتا ہے، ہم جو خُدا

کے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں فطری طور پر ہمیں بھی خاندان کے دُوسرے افراد سے پیار ہو جاتا ہے۔ یہ پیار بے ریا ہوتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ یہ پیار محض نمائش یا بناوٹ نہیں ہوتی بلکہ خاندان کے دُوسرے افراد کے لِئے حقیقی پیار کا حقیقی احساس ہوتا ہے۔

لیکن پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ہمیں اُس پیار میں کہیں زیادہ آگے جانا ہے جو ہمیں اپنے خاندان سے ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے، ''۔۔۔دِل و جان سے آپس میں بہت محبّت رکھو۔'' (۱۔پطرس ۱:۲۲)

یہاں پطرسؔ پیار کے لِئے جو لفظ استعمال کرتا ہے اُسی پیار کو ظاہر کرتا ہے جو خُدا کو ہے۔ خُدا کا پیار اِس چیز کا محتاج نہیں کہ جس کو پیار کرے وہ خوبصورت ہو یا پیار کرنے کے قابل ہو۔ یہ ایک طرفہ پیار ہے یعنی خُدا پیار کرتا ہی رہتا ہے خواہ جواب میں اُسے پیار مِلے یا نہ مِلے۔ یہ اُس کا پیار کرنے کا فیصلہ ہے خواہ جس کو پیار کرے وہ کچھ بھی کیوں نہ کرے۔ خُدا کے پیار میں زبردستی نہیں اور نہ اُس کا پیار صِرف اپنے فائدے کے لِئے ہے بلکہ اُس کا پیار اُسے دینے پر مجبور کرتا ہے۔ جیسا کہ یُوحنّا کی اِنجیل میں لکھا ہے، ''کیونکہ خُدا نے دُنیا سے ایسی محبّت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ خُدا نے بیٹے کو دُنیا میں اِس لِئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حُکم کرے بلکہ اِس لِئے کہ دُنیا اُس کے وسیلہ سے نجات پائے۔'' (یُوحنّا ۳:۱۶۔۱۷)

خُدا کے پیار کو پَولُسؔ رسُول واضح کرتے ہُوئے لکھتا ہے، ''محبّت صابر ہے اور مہربان۔ محبّت حسد نہیں کرتی۔ محبّت شیخی نہیں مارتی اور پھُولتی نہیں، نازیبا کام نہیں کرتی، اپنی بہتری نہیں چاہتی، جھُنجھلاتی نہیں، بدگمانی نہیں کرتی، بدکاری سے خوش نہیں ہوتی بلکہ راستی سے خوش ہوتی ہے، سب کچھ سہہ لیتی ہے، سب کچھ یقین کرتی ہے، سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے، سب باتوں کی برداشت کرتی ہے۔'' (۱-کُرِنتھِیوں ۱۳:۴-۷) یہ ہے وہ پیار جس کے لِئے پطرسؔ رسُول ہدایت دیتا ہے کہ مسیح کے پیروکار ایک دُوسرے کے ساتھ رکھیں۔

اِس سے پہلے کہ ہم پطرسؔ رسُول کے باقی پیغام پر غور کریں، پیار جس کا مسِیحیوں کو حُکم دیا گیا ہے اُس کے بارے دو اہم باتیں غور طلب ہیں۔ پہلے بات یہ ہے کہ ہم بذاتِ خود اِس قابل نہیں ہیں کہ خُدا کی طرح کا پیار کر سکیں۔ اِس قِسم کا پیار ہماری زندگی میں صِرف خُدا کے پاک رُوح کے کام کے وسیلے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گلتیوں کے نام خط میں لکھا ہے، ''مگر رُوح کا پھل محبّت۔۔۔ ہے۔'' (گلتیوں ۵:۲۲) اگر ہمیں دُوسروں کو پیار کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے تو عین ممکن ہے کہ ہم خُدا کے پاک رُوح کو پُوری طرح اپنی زندگی میں کام کرنے کا موقع نہیں دے رہے۔

دُوسری بات یہ کہ پیار ایک ایسا نشان یا ایک ایسی خوبی ہے جس سے غیرمسِیحی، مسِیحیوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اکثر ہم غلط فہمی کی بِنا پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہم مسیح کے پیروکار ہیں کیونکہ ہماری عبادت کا ایک خاص طریقہ ہے یا ہمارا ایک خاص عقیدہ یا اِیمان ہے۔ عبادت اور عقیدہ اہم تو ہیں لیکن ہم درحقیقت

دعویٰ سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم مسیح کے پیروکار ہیں جب تک کہ ہماری زندگیوں میں مسیحی پھل ظاہر نہ ہوں۔ مسیح نے فرمایا، ''مَیں تُمہیں ایک نیا حُکم دیتا ہُوں کہ ایک دُوسرے سے محبّت رکھو کہ جیسے مَیں نے تُم سے محبّت رکھی تُم بھی ایک دُوسرے سے محبّت رکھو۔ اگر آپس میں محبّت رکھو گے تو اِس سے سب جانیں گے کہ تُم میرے شاگرد ہو۔'' (یُوحنّا ۱۳:۳۴-۳۵)

اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسیح کا پیروکار ہے تو ہم پوچھ سکتے ہیں، ''وہ کتنا پیار کرتا ہے؟'' اور اگر ہم پیار نہیں کرتے تو پھر ہمیں اپنے آپ سے پوچھنے کی ضرُورت ہے کہ کیا ہم واقعی مسیح کے ہیں؟ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''۔۔۔جو کوئی محبّت رکھتا ہے وہ خُدا سے پیدا ہُوا ہے اور خُدا کو جانتا ہے۔ جو محبّت نہیں رکھتا وہ خُدا کو نہیں جانتا کیونکہ خُدا محبّت ہے۔'' (۱-یُوحنّا ۴:۷-۸)

بارھواں باب

بیج

(۱۔پطرس ۱: ۲۳۔۲: ۳)

پطرسؔ رسُول اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۲ آیت میں مسیح کے پیروکاروں کو ہدایت دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ وہ ایک دُوسرے کو ایسا پیار کریں جیسا خُدا ہم سے کرتا ہے۔ مگر یہ کِس طرح ممکن ہے؟ کِس طرح ممکن ہے کہ وہ جو فطری طور پر ایک دُوسرے سے نفرت اور حسد رکھتے ہیں، ایک دُوسرے سے خُدا کی طرح پیار کریں؟ آیت ۲۳ سے ۲ باب کی ۳ آیت تک پطرسؔ رسُول ہمیں اِس سوال کا جواب دیتے ہُوئے لکھتا ہے، ''کیونکہ تُم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیرفانی سے خُدا کے کلام کے وسیلہ سے جو زندہ اور قائم ہے نئے سِرے سے پیدا ہُوئے ہو۔ چنانچہ ہر بشر گھاس کی مانند ہے اور اُس کی ساری شان و شوکت گھاس کے پھول کی مانند۔ گھاس تو سُوکھ جاتی ہے اور پھُول گِر جاتا ہے، لیکن خُداوند کا کلام ابد تک قائم رہے گا۔ یہ وہی خوشخبری کا کلام ہے جو تُمھیں سُنایا گیا تھا۔ پس ہر طرح کی بدخواہی اور سارے فریب اور ریاکاری اور حسد اور ہر طرح کی بدگوئی کو دُور کر کے نوزاد بچوں کی مانند خالص رُوحانی دُودھ کے مشتاق رہو تاکہ اُس کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کے لِئے بڑھتے جاؤ اگر

مشتاق رہو تاکہ اُس کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کے لِئے بڑھتے جاؤ اگر تُم نے خُداوند کے مہربان ہونے کا مزہ چکھا ہے۔'' (۱-پطرس ۱:۲۳-۲:۳)

لوگ خُدا کی طرح ایک دُوسرے سے پیار کیسے کر سکتے ہیں؟ اِس سوال کے جواب میں پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ وہ نئے سِرے سے پیدا ہُوئے ہیں۔ اُن کی بُنیادی فطرت تبدیل ہو چُکی ہے۔ وہ جو کبھی ناممکن تھا اب ایک مسِیحی کے کردار کا حِصّہ بن چُکا ہے۔ پولُسؔ رسُول اِس تصور کو یُوں بیان کرتا ہے: ''اِن میں ہم بھی سب کے سب پہلے اپنے جِسم کی خواہشوں میں زندگی گزارتے اور جِسم اور عقل کے اِرادے پُورے کرتے تھے اور دُوسروں کی مانند طبعی طور پر غضب کے فرزند تھے۔ مگر خُدا نے اپنے رحم کی دولت سے اُس بڑی محبّت کے سبب سے جو اُس نے ہم سے کی، جب قصوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے تو ہم کو مسِیح کے ساتھ زندہ کِیا (تُم کو فضل ہی سے نجات مِلی ہے)۔'' (اِفسیوں ۲:۳-۵) ایک اَور مقام پر پولُسؔ کہتا ہے، ''اِس لِئے اگر کوئی مسِیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے، پُرانی چیزیں جاتی رہیں، دیکھو وہ نئی ہو گئیں۔'' (۲-کُرنتھِیوں ۵:۱۷)

اَیسی تبدیلی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ نئی پیدائش کا تجربہ خُدا کے کلام کے وسیلہ سے ہوتا ہے۔ وہ خُدا کے کلام کو ایک تخم یعنی بیج سے تشبیہ دیتا ہے۔ لیکن یہ کوئی عام بیج یا تخم نہیں ہے۔ پطرسؔ رسُول تین اَیسی خوبیاں بیان کرتا ہے جو اِس بیج کو دُوسروں سے جُدا کرتی ہیں۔

پہلی یہ کہ یہ بیج غیرفانی ہے۔ عام بیج کو اگر مناسب جگہ پر حفاظت سے نہ رکھا جائے تو وہ خراب ہو جائے گا اور وہ زیادہ دیر تک پڑا رہے گا تو اُس کا اثر جاتا رہے گا۔ لیکن یہ بیج جو کہ خُدا کا کلام ہے کبھی تباہ و برباد نہیں ہو سکتا۔ ہر زمانے میں خُدا کے کلام پر حملے ہوتے رہے مگر خُدا کے کلام کو کچھ فرق نہ پڑا۔ بادشاہتیں اور حکومتیں آئیں اور چلی گئیں مگر خُدا کا کلام ویسے ہی رہا۔

دُوسری خوبی یہ کہ خُدا کے کلام کا بیج زندہ ہے۔ جب عام بیج بُویا جاتا ہے تو اُسے پودا بننے کے لِئے لازمی مَرنا پڑتا ہے۔ مگر خُدا کے کلام کا بیج مسیح کے پیروکاروں کو زندگی دے کر بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کیونکہ یہ زندہ ہے اِس لِئے اپنا کام جاری رکھتا ہے اور اِیمانداروں کی زندگیوں کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ عِبرانیوں ۴ باب، اُس کی ۱۲ آیت میں لکھا ہے، ”کیونکہ خُدا کا کلام زندہ اور مُؤثر اور ہر ایک دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جان اور رُوح اور بند بند اور گودے کو جُدا کر کے گذر جاتا ہے اور دِل کے خیالوں اور اِرادوں کو جانچتا ہے۔“

تیسری خوبی جو خُدا کے کلام کے بیج کو عام بیج سے جُدا کرتی ہے اُس کی پائیداری ہے یعنی وہ قائم و دائم رہتا ہے۔ لیکن یہ صِرف بائبل مُقدس میں درج خُدا کے کلام تک محدود نہیں۔ یاد رہے کہ مسیح کے ناموں میں سے ایک نام ”خُدا کا کلام“ ہے۔ بائبل مُقدس کہتی ہے، ”یسُوعؔ مسیح کل اور آج بلکہ ابد تک یکسان ہے۔“ (عِبرانیوں ۸:۱۳) مسیح کبھی بدل نہیں سکتا۔ مسیح یسُوعؔ جس نے

اپنی مرضی سے اپنی جان دو ہزار سال پہلے ہمیں گُناہوں سے بچانے کے لِئے دے دی، وہی مسیح آج ہمیں نجات دے رہا ہے اور وہ اُنہیں جو اُس پر اِیمان لائیں گے خُدا کے سامنے خُوش آمدید کہے گا۔

بیج وہی پودا پیدا کرے گا جو اُس کی فطرت و طبیعت ہے۔ گندم کا بیج ہمیشہ گندم پیدا کرے گا۔ سیب کا درخت ہمیشہ سیب کے بیج سے نکلے گا۔ اِسی طرح خُدا کے کلام کا بیج مسیح کے پیروکاروں کی زندگی میں وہ پھل پیدا کرتا ہے جو اُس کی فطرت و طبیعت میں شامل ہے۔ جس طرح خُدا کا کلام تباہ و برباد نہیں ہو سکتا ہے اُسی طرح مسیح پر اِیمان رکھنے والے بھی فنا نہیں ہو سکتے۔ مسیح یِسُوعؔ نے فرمایا، ''۔۔۔قیامت اور زندگی تو مَیں ہُوں۔ جو مُجھ پر اِیمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تَو بھی زندہ رہے گا۔'' (یُوحنّا ۱۱:۲۵)

جس طرح خُدا کا کلام زندہ ہے اُسی طرح مسیح کے پیروکار بھی رُوحانی طور پر زندہ ہیں۔ پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اور اُس نے تُمہیں بھی جو اپنے قصُوروں اور جِسم کی نامختونی کے سبب سے مُردہ تھے اُس کے ساتھ زندہ کِیا۔۔۔'' (کُلُسِّیوں ۲:۱۳)

اور جس طرح خُدا کا کلام قائم و دائم رہنے والا ہے اُسی طرح وہ آدمی جو خُدا کے کلام کی تابعداری کرتا ہے۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ''دُنیا اور اُس کی خواہش دونوں مِٹتی جاتی ہیں لیکن جو خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہے گا۔'' (۱۔ یُوحنّا ۲:۱۷)

خُدا کے کلام کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد پطرسؔ رسُول، یسعیاہؔ نبی کے صحیفے کا اقتباس یہ ظاہر کرنے کے لِئے پیش کرتا ہے کہ اِنسان خُدا کے کلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ''ہر بشر گھاس کی مانند ہے اور اُس کی ساری شان و شوکت گھاس کے پھول کی مانند۔ گھاس تو سُوکھ جاتی ہے اور پھول گِر جاتا ہے لیکن خُداوند کا کلام ابد تک قائم رہے گا۔'' (۱-پطرس ۱:۲۴-۲۵، یسعیاہ ۴۰:۶-۸)

پودے کی فطرت و طبیعت ہمیشہ اُس بیج جیسی ہو گی جس سے وہ نکلا ہے۔ یعقُوبؔ لکھتا ہے، ''اے میرے بھائیو! کیا اِنجیر کے درخت میں زیتون اور انگور میں اِنجیر پیدا ہو سکتے ہیں؟ اِسی طرح کھاری چشمہ سے میٹھا پانی نہیں نکل سکتا۔'' (یعقُوب ۳:۱۲) اِسی طرح وہ آدمی جو خُدا کے کلام کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے وہ خُدا کی فطرت و طبیعت کا مظاہرہ کرے گا۔ پہلے باب کی ۲۲ آیت میں پطرسؔ رسُول، مسیح کے پیروکاروں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ ایک دُوسرے سے پیار کریں ویسا پیار جیسا خُدا ہم سے رکھتا ہے۔ اور اب دُوسرے باب کی پہلی آیت میں پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں سے کہتا ہے کہ ہر طرح کی بُری خواہش اپنے دِلوں سے دُور کر دو جو خُدا کی فطرت و طبیعت کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے، ''پس ہر طرح کی بدخواہی اور ساری فریب اور ریاکاری اور حسد اور ہر طرح کی بدگوئی کو دُور کر کے۔۔۔'' (۱-پطرس ۲:۱) ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ ہم کِس قِسم کا پھل پیدا کر رہے ہیں۔ اگر ہم اُن پانچ چیزوں میں سے کِسی ایک کا بھی مظاہرہ کر رہے ہیں جن کا ذکر پطرسؔ رسُول

نے کِیا ہے تو ہمیں یقین ہو جانا چاہیے کہ ہم نے ابھی تک پُورے طور پر خُدا کے کلام کی تابعداری نہیں کی۔

پہلے باب کی ۲۳ آیت میں پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ہماری طبیعت میں تبدیلی نئے سِرے سے پیدا ہونے سے آتی ہے۔ لیکن اگر نیا جنم لینے والا بچہ پل بڑھ نہیں رہا تو کہیں نہ کہیں کچھ خرابی ہے۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے، ''نوزاد بچوں کی مانند خالص رُوحانی دُودھ کے مشتاق رہو تاکہ اُس کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کے لِئے بڑھتے جاؤ اگر تُم نے خُداوند کے مہربان ہونے کا مزہ چکھا ہے۔'' (۱-پطرس ۲:۲-۳)

دو چیزیں ایسی ہیں جو پلنا بڑھنا رُوک دیتی ہیں:

پہلی ناخالص خوراک۔ پطرسؔ رسُول زور دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ ہماری رُوحانی خوراک خالص ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لِئے بہت ضرُوری ہے کہ ہم خُدا کے کلام کا بغور مطالعہ کریں اور اُس کا اپنی زندگیوں میں عملی طور پر مظاہرہ کریں اور محض کِسی آدمی کی دی ہُوئی تعلیم پر اِنحصار نہ کریں۔

دُوسری چیز جو پلنے بڑھنے کی راہ میں رُکاوٹ پیدا کرتی ہے، وہ ہے صِرف دُودھ پر اِنحصار۔ اگر ہم صِرف دُودھ ہی پر گزارہ کریں تو رُوحانی نشو و نما رُک جائے گی۔ عِبرانیوں کے خط کا مصنف اِس حقیقت کو یُوں واضح کرتا ہے، ''کیونکہ دُودھ پیتے ہُوئے کو راستبازی کے کلام کا تجربہ نہیں ہوتا اِس لِئے کہ وہ بچہ ہے۔ اور سخت غذا پُوری عُمر والوں کے لِئے ہوتی ہے جن کے حواس کام کرتے کرتے نیک و بد میں اِمتیاز کرنے کے لِئے تیز ہو گئے ہیں۔'' (عِبرانیوں

کرتے کرتے نیک و بد میں اِمتیاز کرنے کے لِئے تیز ہو گئے ہیں۔" (عِبرانیوں ۵:۱۳-۱۴)

اگر ہمارا اِیمان ابھی نیا ہے تو ہمیں خُدا کے کلام کا خالص دُودھ پینا چاہیئے۔ اور جب ہم "مسیح کی تعلِیم کی اِبتدائی باتیں" (عِبرانیوں ۶:۱) سیکھ جائیں گے تو "سخت غذا" کے لِئے تیار ہونگے۔

تیرھواں باب

زِندہ پتھّروں سے بنا ہُوا رُوحانی گھر

(۱-پطرس ۲: ۴-۶)

بائبل مُقدس میں بہت سے ناموں کا ذکر ہے جو مسیح کو دیئے گئے۔ یہ نام یا تو مسیح کو اِعزاز و عزّت کے طور پر یا اُن کی شخصیت اور رُتبے کے کچھ پہلو عیاں کرنے کے لِئے دیئے گئے۔ اپنے پہلے اِلہامی خط کے پہلے باب میں پطرسؔ رسُول نے یِسُوعؔ کو مسیح، خُداوند اور برّہ کہہ کر مخاطب کِیا ہے۔ دُوسرے باب میں پطرسؔ، مسیح کو ''زندہ پتھر'' کہتا ہے، اور ۴ سے ۶ آیت میں وہ لکھتا ہے، ''اُس کے یعنی آدمیوں کے رد کِئے ہُوئے پر خُدا کے چُنے ہُوئے اور قیمتی زندہ پتھر کے پاس آ کر، تُم بھی زندہ پتھروں کی طرح رُوحانی گھر بنتے جاتے ہو تاکہ کاہنوں کا مُقدس فرقہ بن کر ایسی رُوحانی قُربانیاں چڑھاؤ جو یِسُوعؔ مسیح کے وسیلہ سے خُدا کے نزدیک مقبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ کتابِ مُقدس میں آیا ہے کہ دیکھو، مَیں صِیُّونؔ میں کونے کے سِرے کا چُنا ہُوا اور قیمتی پتھر رکھتا ہُوں۔ جو اُس پر اِیمان لائے گا ہرگز شرمندہ نہ ہو گا۔''

جب پطرسؔ، مسیح یِسُوعؔ کو ''زندہ پتھر'' یا ''کونے کے سِرے کا پتھر'' کہہ کر مخاطب ہوتا ہے تو اِس سے اُس کا کیا مطلب ہے؟ ہمیں سب سے پہلے

یہ سمجھنے کی ضرُورت ہے کہ پطرسؔ کیوں مسیح کے پیروکاروں کو کہتا ہے کہ تُم ''رُوحانی گھر بنتے جاتے ہو۔۔'' جب ہم گھر کی بات کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں عام طور پر ایک دو چیزیں آتی ہیں۔ جب ہم لفظ ''گھر'' استعمال کرتے ہیں تو ہمارا اشارہ گھر کے افراد کی طرف ہوتا ہے۔ لفظ ''گھر'' کا استعمال ہم اُس عمارت کے لِئے بھی کرتے ہیں جہاں خاندان رہتا ہے۔ پطرسؔ رسُول لفظ ''گھر'' کا استعمال دونوں طرح سے کرتا ہے۔ پہلے باب میں وہ مسیح کے پیروکاروں کو خُدا کے فرزند (۱۔پطرس ۱:۱۴)، اور بھائی (۱۔پطرس ۱:۲۲) کہتا ہے۔ لہذا جب وہ اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا ہے کہ تُم ''رُوحانی گھر بنتے جاتے ہو'' تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُنہیں یاد دِلا رہا ہے کہ اُن کا تعلق خُدا کے خاندان سے ہے۔ پاک صحائف کے باقی حِصّے اِس سے مُتفِق ہیں۔ مثال کے طور پر عِبرانیوں کے نام خط ۳ باب، اُس کی ۵ سے ۶ آیت میں لکھا ہے، ''مُوسیٰؔ تو اُس کے سارے گھر میں خادم کی طرح دیانتدار رہا تاکہ آیندہ بیان ہونے والی باتوں کی گواہی دے۔ لیکن مسیح بیٹے کی طرح اُس کے گھر کا مختار ہے اور اُس کا گھر ہم ہیں بشرطے کہ اپنی دلیری اور اُمید کا فخر آخر تک مضبوطی سے قائم رکھیں۔''

لیکن پطرسؔ رسُول لفظ ''گھر'' کو عمارت کے طور پر بھی استعمال کرتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار ''رُوحانی گھر'' بنتے جاتے ہیں اُس کے ذہن میں یروشلیم میں تعمیر ہونے والی ہیکل ہے۔ مگر جب کہ مسیح ہمارے گُناہوں کی خاطر اپنی جان قُربان کر کے مُردوں میں سے جی اُٹھا، لہذا اب خُدا پتھر کے بنے ہُوئے گھر میں کبھی نہیں رہتا بلکہ اُن دِلوں میں سکونت کرتا ہے جو مسیح

کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پطرسؔ رسُول اُنہیں ''زندہ پتھر'' کہتا ہے۔ یہ زندہ ہیکل مسیح پر اِیمان رکھنے سے تعمیر ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پطرسؔ، مسیح کو ''کونے کے سِرے کا پتھر'' کہتا ہے۔ پوُلسؔ رسُول اِس حقیقت کی یوُں وضاحت کرتا ہے: ''پس اب تُم پردیسی اور مسافر نہیں رہے بلکہ مُقدسوں کے ہموطن اور خُدا کے گھرانے کے ہو گئے۔ اور رسُولوں اور نبیوں کی نیو پر جس کے کونے کے سِرے کا پتھر خود مسیح یسُوعؔ ہے تعمیر کِئے گئے ہو۔ اُسی میں ہر ایک عمارت مِل مِلا کر خُداوند میں ایک پاک مقدِس بنتا جاتا ہے۔ اور تُم بھی اُس میں باہم تعمیر کِئے جاتے ہو تاکہ رُوح میں خُدا کا مسکن بنو۔'' (اِفسیوں ۲: ۱۹-۲۲) یہ بھی ذہن میں رکھنا نہایت ضرُوری ہے کہ بائبل مُقدس میں اِس ہیکل کا دُوسرا نام ''کلِیسیا'' ہے۔ کلِیسیا کوئی جسمانی عمارت نہیں بلکہ مسیح کے سب پیروکاروں سے بنی ہے۔

جس طرح مُوسوی شرِیعت کِسی کو یروشلیم میں ہیکل کے اندر خدمت کے لِئے کاہن مقرّر کرتی تھی اُسی طرح اِس زندہ ہیکل کے بھی کاہن ہیں۔ لیکن اِن میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ مُوسوی شرِیعت کے تحت صرِف مخصوص قبیلے یا خاندان سے لوگ چُنے جاتے تھے جنہیں کاہن کے عہدے پر مقرّر کِیا جاتا تھا۔ لیکن پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ وہ سب جو مسیح کی پیروی کرتے ہیں زندہ ہیکل میں کاہن ہیں۔

جس طرح مُوسوی شرِیعت کے تحت کاہن کی ذمہ داریاں تھیں، اُسی طرح زندہ ہیکل کے کاہن کو کچھ کام سر انجام دینے پڑتے ہیں۔ مُوسوی شرِیعت

کے تحت کاہن کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہوتی تھی کہ وہ لوگوں کے گُناہوں کی خاطر جانوروں کی قُربانی دیتا تھا۔ گُناہ کی یہ قُربانیاں ناکام ثابت ہُوئیں۔ جیسا کہ عِبرانیوں کے نام خط میں لکھا ہے، ''بلکہ وہ قُربانیاں سال بہ سال گُناہوں کو یاد دِلاتی ہیں، کیونکہ ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خُون گُناہوں کو دُور کرے۔'' (عِبرانیوں ۱۰:۳-۴) کفارہ اُس وقت تک ادا نہیں کِیا گیا جب تک مسیح نے اپنی بے گُناہ جان کامِل قُربانی کے طور پر نہیں دے دی۔ عِبرانیوں کے نام خط میں لکھا ہے، ''۔۔۔ہر ایک کاہن تو کھڑا ہو کر ہر روز عبادت کرتا ہے اور ایک ہی طرح کی قُربانیاں بار بار گذرانتا ہے جو ہرگز گُناہوں کو دُور نہیں کر سکتیں۔ لیکن یہ شخص ہمیشہ کے لِئے گُناہوں کے واسطے ایک ہی قُربانی گذران کر خُدا کی دہنی طرف جا بیٹھا۔'' (عِبرانیوں ۱۰:۱۱-۱۲) یہ وجہ ہے کہ زندہ ہیکل کے کاہن جانوروں کی قُربانی نہیں دیتے بلکہ پطرسؔ رسُول کے کہنے کے مطابق ایسی رُوحانی قُربانیاں دیتے ہیں جو خُدا کو پسندیدہ ہیں۔ پطرسؔ یہ نہیں بتاتا کہ یہ قُربانیاں کیا ہونی چاہیں۔ پاک صحائف میں درج کئی دُوسرے بیانات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اِن رُوحانی قُربانیوں میں شامل ہے ہماری محبّت، (مرقس ۱۲:۳۳) ہمارا بدن، (رُومِیوں ۱۲:۱) ہمارا روپیہ پیسہ، (فِلِپّیوں ۴:۱۸) ہماری حمد و ستائش اور ہماری بھلائی و سخاوت (عِبرانیوں ۱۳:۱۵-۱۶)۔

مُوسوؔی شرِیعت کے تحت پُرانے عہد اور مسیح کے تحت نئے عہد میں ایک اَور نمایاں فرق کو ذہن میں رکھنا نہایت ضرُوری ہے۔ مُوسوؔی شرِیعت کے تحت لوگ اپنی قُربانیاں خود ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اُن کو کاہن کے پاس آنا

ضرُوری تھا تاکہ وہ اُن کی خاطر قُربانی ادا کرے۔ لیکن نئے عہد کے تحت مسیح کا ہر پیروکار ایک کاہن ہے۔ اِس لِئے اُسے حق حاصل ہے کہ قُربانی ادا کرے۔ مسیح میں ہر کوئی برابر ہے۔ اِس کا یہ مقصد بھی نہیں کہ ہم دُوسرے لوگوں کی خاطر دُعا نہ کریں، بلکہ ایک مسیحی کو ایسا کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ بائبل مُقدس میں ا۔تیمُتھیُس ۲ باب، اُس کی ۱ سے ۴ آیت میں لکھا ہے، ''پس مَیں سب سے پہلے یہ نصیحت کرتا ہُوں کہ مُناجاتیں اور دُعائیں اور اِلتجائیں اور شکرگذاریاں سب آدمیوں کے لِئے کی جائیں۔ بادشاہوں اور سب بڑے مرتبہ والوں کے واسطے اِس لِئے کہ ہم کمال دینداری اور سنجیدگی سے امن و آرام کے ساتھ زندگی گذاریں۔ یہ ہمارے منّجی خُدا کے نزدیک عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں۔''

مسیح کے تحت نیا عہد، مُوسویؔ شرِیعت کے تحت پُرانے عہد سے اِس لحاظ سے بھی مختلف ہے کہ اب یروشلیم میں جسمانی ہیکل میں قُربانیاں لانے کی قطعی ضرُورت نہیں ہے۔ اب ہم کہیں بھی قُربانیاں ادا کر سکتے ہیں کیونکہ ہم زندہ ہیکل کا حِصّہ ہیں۔ جہاں مسیحی ہے وہاں ہیکل بھی ہے۔

لیکن جب کہ ہر مسیحی کو خُدا کے حضور رُوحانی قُربانیاں ادا کرنے کا حق حاصل ہے، مگر پطرسؔ رسُول کہتا ہے ہر قُربانی مسیح کے ذریعہ سے ادا ہونی چاہیے۔ یہ مسیح کا خُون ہے جو مسیح کی پیروی کرنے والوں کے گُناہوں کا کفارہ دیتا ہے۔ اور مسیح کا خُون بُنیادی وسیلہ اور سبب ہے کہ خُدا ہماری قُربانیاں قبول کرتا اور ہماری مناجات سنتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''کیونکہ خُدا ایک ہے اور خُدا اور

اِنسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یِسُوعؔ جو اِنسان ہے۔ جس نے اپنے آپ کو سب کے فدیہ میں دیا۔۔۔" (۱۔تیِمُتھیُس ۲:۵۔۶)

پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ وہ جو اپنا اعتماد و بھروسہ زندہ ہیکل کے کونے کے سِرے کے پتھر یعنی مسیح پر رکھتے ہیں وہ کبھی شرمندہ نہ ہوں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اُس کی پیروی کرنے کو تیار ہیں؟

چودھواں باب

کونے کے سِرے کا پتھر اور خُدا کی اُمّت

(۱-پطرس ۲:۷-۱۰)

اپنے پہلے اِلہامی خط کے دُوسرے باب میں پطرسؔ رسُول مسیح کے پیروکاروں کو زندہ پتھر کہتا ہے جن سے ایک رُوحانی ہیکل یعنی کلِیسیا تعمیر کی گئی ہے، اور مسیح کونے کے سِرے کا وہ پتھر ہے جس پر یہ ہیکل کھڑی ہے۔ پطرسؔ آیت ۷ اور ۸ میں کونے کے سِرے کے پتھر کا بیان جاری رکھتے ہُوئے لکھتا ہے، ''پس تُم ایمان لانے والوں کے لِئے تو وہ قیمتی ہے مگر اِیمان نہ لانے والوں کے لِئے جس پتھر کو مِعماروں نے رد کِیا وہی کونے کے سِرے کا پتھر ہو گیا اور ٹھیس لگنے کا پتھر اور ٹھوکر کھانے کی چٹان ہُوا کیونکہ وہ نافرمان ہو کر کلام سے ٹھوکر کھاتے ہیں اور اِسی کے لِئے مقرّر بھی ہُوئے تھے۔''

اِیمان لانے والے اور اِیمان نہ لانے ولاے کونے کے سِرے کے پتھر کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ اِیمان لانے والے کونے کے سِرے کے پتھر کو قیمتی جانتے ہیں، اور اِیمان نہ لانے والوں کے نزدیک وہ زبردستی قبضہ جمائے ہُوئے ہے۔ یہ جاننا نہایت ضرُوری ہے کہ مسیح کے بارے میں ہماری کیسی بھی رائے کیوں نہ ہو، اُس کی عزّت میں کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ

اِس سے ہمارے اپنے دِلوں کی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ اگر سونے کو کوئی غلطی سے پیتل سمجھ لے تو اِس سے سونے کی حالت پر کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ سونا، سونا ہی رہے گا۔ مسیح کا مرتبہ اور عزّت بالکل وہی رہے گی جو ہے خواہ ہم اُس پر اِیمان لائیں یا نہیں۔

اگرچہ ہمارے فعل وعمل سے مسیح کی وہ شان اور جلال ختم نہیں ہو سکتا جو خُدا نے اُسے بخشا ہے، لیکن اُن کا ہماری آنے والی زندگی پر گہرا اثر ضرُور پڑے گا۔ سوال یہ نہیں کہ یِسُوعؔ مسیح کون ہے مگر یہ کہ آیا ہم اُسے قبول کرینگے جیسا وہ ہے۔ پطرسؔ رسُول اپنے اِس بیان کو مزید واضح کرنے کے لِئے یسعیاہؔ نبی کی کتاب سے اقتباس پیش کرتا ہے کہ اگر ہم مسیح کو نجات دہندے کے طور پر قبول نہ کریں تو وہ ہمیں تباہ و برباد کرنے کا ایک ذریعہ بن جائے گا (۱-پطرس ۸:۲ اور یسعیاہ ۸:۱۴)۔ مسیح نے خود فرمایا، ''اِس لِئے مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ خُدا کی بادشاہی تُم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دے دی جائے گی، اور جو اِس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔'' (متّی ۲۱:۴۳-۴۴)

پطرسؔ رسُول بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ ہر وہ شخص جو خُدا کے کلام کا نافرمان ہو گا وہ کونے کے سِرے کے پتھر یعنی مسیح کے سبب سے ٹھوکر کھائے گا۔ لیکن وہ کلام سے نافرمانی کیوں کرتے ہیں؟ اِس لِئے کہ مسیح اُن کے تصور اور خیالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا نہیں چاہتا۔ مسیح کے فرمانبردار بننے کی بجائے اِنسان چاہتا ہے کہ مسیح اُن کی بندگی کرے۔ پولُسؔ

رسُول لکھتا ہے، ''چنانچہ یہُودیؔ نشان چاہتے ہیں اور یونؔانی حکمت تلاش کرتے ہیں۔ مگر ہم اُس مسِیحِ مصلوب کی مُنادی کرتے ہیں جو یہُودؔیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیرقوموں کے نزدیک بے وقوفی ہے۔ لیکن جو بُلائے ہُوئے ہیں، یہُودیؔ ہوں یا یونؔانی، اُن کے نزدیک مسِیح، خُدا کی قدرت اور خُدا کی حکمت ہے۔ کیونکہ خُدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حِکمت سے زیادہ حِکمت والی ہے اور خُدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے۔'' (۱۔کُرِنتھیوں ۱:۲۲۔۲۵)

یہ بھی ذہن میں رکھنا نہایت ضرُوری ہے کہ جب پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ ''اِسی لِئے مقرر بھی ہُوئے'' یہاں وہ یہ نہیں کہتا کہ لوگ نافرمان رہنے کے لِئے مقرّر ہُوئے ہیں، بلکہ وہ کہتا ہے کہ جب کوئی نافرمان ہونے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر وہ ٹھوکر کھانے کے لِئے مقرّر ہو جاتا ہے۔ پہلے باب کی ۲ آیت اور پھر دُوسرے باب کی ۹ آیت میں پطرسؔ رسُول، مسِیح کے پیروکاروں کو بتاتا ہے کہ خُدا نے اُنہیں چُن لِیا ہے۔ وہ ازل ہی سے چُنے گئے ہیں کیونکہ خُدا ازل سے جانتا تھا کہ یہ پوری آزادی سے مسِیح کی پیروی کرنے کا فیصلہ کریں گے۔ یہی اصول یہاں بھی لاگو آتا ہے۔ خُدا نہیں چاہتا کہ کوئی نافرمانی کرے۔ لیکن وہ شروع ہی سے جانتا ہے کہ کون مسِیح یعنی کونے کے سِرے کے پتھر کے بارے میں اُس کلام کی نافرمانی کرے گا جو ازل سے ہے، اور اپنی نافرمانی کے سبب سے ٹھوکر کھانے کے لِئے مقرّر ہو گا۔

پطرسؔ رسُول اب مسِیح کے پیروکاروں کا اُن سے مقابلہ کرتا ہے جو کونے کے سِرے کے پتھر اور اِلٰہی کلام کی نافرمانی کرتے ہیں۔ آیت ۹ سے ۱۰ میں

وہ لکھتا ہے، ''لیکن تُم ایک برگزیدہ نسل، شاہی کاہنوں کا فرقہ، مُقدس قوم اور ایسی اُمت ہو جو خُدا کی خاص ملکیت ہے تاکہ اُس کی خوبیاں ظاہر کرو جس نے تمہیں تاریکی سے اپنی عجیب روشنی میں بُلایا ہے۔ پہلے تُم کوئی اُمت نہ تھے مگر اب خُدا کی اُمت ہو۔ تُم پر رحمت نہ ہُوئی تھی مگر اب تُم پر رحمت ہُوئی۔''

مسیح کے پیروکاروں کو خُدا نے چُنا ہے۔ مگر وہ کِس چیز کے لِئے چُنے گئے ہیں؟ پطرسؔ رسُول اِس کا جواب دیتے ہُوئے کہتا ہے، ''۔۔۔تاکہ اُس کی خوبیاں ظاہر کرو جس نے تمہیں۔۔۔ بُلایا ہے۔'' (۱-پطرس ۹:۲) ہم میں ہر ایک کو جو اپنے آپ کو مسِیحی کہتا ہے پوچھنے کی ضرُورت ہے کہ کیا ہماری زندگی سے خُدا کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں پُوچھنے کی ضرُورت ہے کہ کیا ہم واقعی خُدا کے چُنے ہُوئے ہیں یا ہم صِرف نام کے مسِیحی ہیں۔

باب ۲ کی ۵ آیت میں پطرسؔ رسُول، مسیح کے پیروکاروں کو یاد دِلاتا ہے کہ وہ ایک زندہ ہیکل یعنی کلِیسیا ہیں۔ کیا ہماری جماعتیں خُدا کی محبّت اور پاکیزگی ظاہر کرتے ہیں؟ پوُلسؔ رسُول لکھتا ہے، ''۔۔۔اب کلِیسیا کے وسِیلہ سے خُدا کی طرح طرح کی حِکمت اُن حکُومت والوں اور اِختیار والوں کو جو آسمانی مقاموں میں ہیں معلوم ہو جائے اُس ازلی اِرادہ کے مُطابِق جو اُس نے ہمارے خُداوند مسیح یِسُوعؔ میں کِیا تھا۔'' (اِفسیوں ۱۰:۳-۱۱) اِس تاریکی میں ڈوبی ہُوئی اور ہلاک ہونے والے دُنیا میں کیا کلِیسیا واقعی مسیح کی پاکیزگی کا اظہار کرتی ہے؟

دُوسرے باب کی ۵ آیت میں پطرسؔ رسُول مسیح کے پیروکاروں کو ''کاہنوں کا مُقدس فرقہ'' کہتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسِیحی کا کردار

کیسا ہونا چاہیے۔ لیکن آیت ۹ میں وہ اُنہیں ''شاہی کاہنوں کا فرقہ'' کہتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسیحی کو کِس کا اطاعت گزار ہونا چاہیے۔ مسیح کے پیروکار بادشاہوں کے بادشاہ اور خُداوندوں کے خُداوند مسیح یِسُوعؔ کے شاہی کاہن ہونے کے لِئے چُنے گئے ہیں، اور اُسی کی تابعداری کرنا اُن کا فرض ہے۔

پطرسؔ رسُول جب مسیح کے پیروکاروں کو مُقدس قوم کہتا ہے تو اِس سے اُس کا کیا مطلب ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں مُلک مسیحی مُلک ہے۔ لیکن جب ہم بائبل مُقدس کا مطالعہ کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ مسیح کی بادشاہی نہ تو زمینی ہو سکتی ہے نہ مُلکی۔ مسیح کی بادشاہی اور حکومت زمینی حدوں کی پابند نہیں۔ مسیح نے خود فرمایا، ''میری باشاہی اِس دُنیا کی نہیں۔۔۔'' (یُوحنّا ۱۸:۳۶) پطرسؔ رسُول نے قوم کو ''مُقدس'' کہنے کے لِئے جو یونؔانی لفظ استعمال کِیا ہے اُس کا بُنیادی مطلب ہے ''الگ کِیا گیا۔'' پطرسؔ یہاں کہنا چاہتا ہے کہ یہ مُقدس قوم باقی دُنیا سے الگ کر کے صِرف خُدا کے استعمال کے لِئے رکھی گئی ہے۔ مسیح کی بادشاہی ایک رُوحانی بادشاہی ہے۔

آیت ۹ اور ۱۰ میں پطرسؔ رسُول دو بار کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار خُدا کی اُمت ہیں۔ یہ ایک وجہ ہے کہ مسیحیوں کو بعض اوقات ظلم و تشدد بھی سہنا پڑتا ہے۔ مسیح کے پیروکار تابعدار اور محبِ وطن شہری تو ہیں، مگر اُن کی حقیقی تابعداری کِسی دُنیاوی حکومت یا بادشاہی کے لِئے نہیں بلکہ خُدا کے لِئے ہے۔ پَولُسؔ رسُول اِس حقیقت کی یُوں وضاحت کرتا ہے، ''مگر ہمارا وطن آسمان پر ہے۔۔۔'' (فِلِپّیوں ۳:۲۰) اور یہی ایک وجہ ہے کہ مسیح کے پیروکار ضرُورت

ہے۔۔۔'' (فِلپّیوں ۳:۲۰) اور یہی ایک وجہ ہے کہ مسیح کے پیروکار ضرُورت پڑنے پر زمینی حکومت کی بجائے خُدا کی تابعداری کریں گے۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو خُدا نے تاریکی سے روشنی میں بُلایا ہے (۱۔پطرس ۲:۹)۔ پولُسؔ رسُول اِس حقیقت پر یُوں روشنی ڈالتا ہے، ''اِس لِئے کہ خُدا ہی ہے جس نے فرمایا کہ تاریکی میں سے نُور چمکے اور وہی ہمارے دِلوں میں چمکا تا کہ خُدا کے جلال کی پہچان کا نُور یِسُوعؔ مسیح کے چہرے سے جلوہ گر ہو۔'' (۲۔کُرِنتھِیوں ۴:۶)

پطرسؔ رسُول مسیح کے پیروکاروں کو یہ بھی کہتا ہے کہ اُن پر خُدا کی طرف سے رحمت ہُوئی ہے (۱۔پطرس ۲:۱۰)۔ ہم پر خُدا کی رحمت صِرف اور صِرف مسیح کی پیروی کرنے سے ہو سکتی ہے۔ وہ جو مسیح کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اُس کو رد کرتے ہیں اُن پر خُدا کی رحمت نہیں ہو سکتی۔

پندرھواں باب

دو اصُولوں کے تحت رویہ

(۱-پطرس ۲:۱۱-۱۲)

پطرسؔ رسُول نے اپنا پہلا اِلہامی خط اُن لوگوں کے نام لکھا ہے جو مسیح پر اِیمان لانے کے سبب سے دُکھ اُٹھا رہے ہیں۔ اپنے خط کے آغاز سے لے کر ۲ باب کی آیت ۱۰ تک پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں کو تسلی اور یقین دلاتا ہے کہ مسیح پر اِیمان رکھنے کے باعث جو نجات اُنہیں مِلی ہے نہایت اہم ہے اور اِسی سبب سے خُدا نے اُنہیں ایک اعلیٰ اور باعزّت رتبہ بخشا ہے۔ لیکن اِیمان کی پرکھ کا صحیح اندازہ اُس وقت ہوتا ہے جب ہم اپنے اِیمان کے سبب سے اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ شخص جو واقعی اِیمان رکھتا ہے اور مسیح کی سچے دِل سے پیروی کرتا ہے اُس کا چال چلن اور رویہ اُس شخص سے مختلف ہو گا جس کا نہ تو اِیمان ہے اور نہ مسیح کی پیروی کرتا ہے۔ پطرسؔ رسُول دو ایسے اصول بیان کرتا ہے جو مسیحی رویے کو خواہ کیسے بھی حالات کیوں نہ ہوں، صحیح سمت پر لگا سکتے ہیں۔

پہلا اصول ۲ باب کی ۱۱ آیت میں ہے جہاں لکھا ہے، ''اے پیارو، مَیں تُمہاری منت کرتا ہُوں کہ تُم اپنے آپ کو پردیسی اور مسافر جان کر اُن

جسمانی خواہشوں سے پرہیز کرو جو رُوح سے لڑائی رکھتی ہیں۔'' لہٰذا مسیحی رویے کا پہلا اصول ''جسمانی خواہشوں'' سے پرہیز کرنا ہے۔ پطرسؔ رسُول نے ایسا حُکم کیوں دیا؟ کیا وہ صِرف یہ چاہتا تھا کہ لوگ لطف اُٹھانے سے باز رہیں؟ ایسا ہرگز نہیں۔ پطرسؔ رسُول جن لوگوں کو یہ حُکم دے رہا ہے اُنہیں وہ ''پیارو'' کہہ کر مخاطب ہوتا ہے۔ لیکن پطرسؔ رسُول جو کہنا چاہتا ہے اُس کا مطلب اِس ترجمے سے پُورے طور پر واضح نہیں ہوتا۔ اِس لفظ کی جڑ، پہلے باب کی آیت ۲۲ میں استعمال ہونے والے لفظ سے مِلتی ہے جہاں وہ مسیح کے پیروکاروں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ ایک دُوسرے سے ویسی ہی محبّت کریں جیسی خُدا کرتا ہے۔ اور خُدا کی طرح اِسی محبّت کا مظاہرہ کرتے ہُوئے پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں کو جسمانی خواہشات سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ اُس کا مقصد یہ نہیں کہ لوگ لطف اندوز نہ ہوں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ ایسے کام کریں جن سے اُن کا اپنا فائدہ ہو۔

اپنے اِسی حُکم کو بُنیاد بنا کر پطرسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ مسیح کے پیروکار پردیسی اور مسافر ہیں۔ پطرسؔ پہلے باب کی پہلی آیت میں ہی اُن لوگوں کو جن کے نام اُس نے یہ اِلہامی خط لکھا ہے مسافر کہہ کر مخاطب کر چُکا ہے۔ یہ ایک یاددہانی ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کے پاس جنت میں رُوحانی گھر ہے۔ اِسی لِئے اُن کا اِس دُنیا سے واسطہ تعلق نہیں۔ لیکن یہاں پطرسؔ رسُول مسافر سے کہیں زیادہ بھاری لفظ استعمال کرتا ہے یعنی وہ اُنہیں ''پردیسی'' کہتا ہے۔ ایک مسیحی کے لِئے یہ دُنیا پردیس ہے۔ وہ دُنیا میں تو رہتا ہے مگر اُس کا شہری نہیں ہوتا۔ پطرسؔ رسُول نے دُوسرے باب کی آیت ۹ اور ۱۰ میں پہلے ہی واضح کِیا

ہے کہ مسیح کے پیروکار ایک ''مُقدس قوم'' اور ''خُدا کی اُمت'' ہے۔ جس طرح ایک مُلک کا تہذیب و تمدن اور رسم و رواج دُنیا کے دُوسرے مُلکوں سے مختلف ہوتا ہے، اُسی طرح مسیح کی آسمانی باشاہی کا تہذیب و تمدن اور رسم و رواج اِس دُنیا سے مختلف ہے۔ مسیح کے پیروکار کو جسمانی خواہشات سے باز رکھنے سے پطرسؔ رسُول کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے اصلی وطن میں سچائی سے قائم رہیں۔

''جسمانی خواہش'' ایک ایسی خواہش ہے جو ہمیں گُناہ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پطرسؔ رسُول صِرف گُناہ آلودہ فعل سے باز رہنے کا مشورہ نہیں دے رہا بلکہ وہ اُن خیالات اور رویے سے باز رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے جو گُناہ آلودہ فعل کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پَولُسؔ رسُول ہمیں گُناہ آلودہ اعمال اور گُناہ آلودہ رویے کی فہرست بتاتے ہُوئے لکھتا ہے، ''اب جِسم کے کام تو ظاہر ہیں یعنی حرامکاری، ناپاکی، شہوت پرستی، بُت پرستی، جادوگری، عداوتیں، جھگڑا، حسد، غُصہ، تفرقے، جُدائیاں، بدعتیں، بُغض، نشہ بازی، ناچ رنگ اور اَور اِن کی مانند۔۔۔'' (گلتیوں ۵:۱۹-۲۱)

پطرسؔ رسُول جسمانی خواہشات سے بچنے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ یہ رُوح کے خلاف جنگ کرتی ہیں۔ پطرسؔ یہاں جو لفظ استعمال کرتا ہے وہ ایک فوجی لشکر کی تصویر کھینچتا ہے۔ جسمانی خواشات ہماری رُوح کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور موقع کی تاڑ میں رہتی ہیں کہ حملہ کر کے نیست و نابود کر دیں۔ مسیح کے پیروکار ہونے کے ناطے ہمیں اُنہیں ہرگز یہ موقع نہیں دینا چاہیے۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیحی رویے کا دُوسرا اصول نیک زندگی گزارنا ہے۔ دُوسرے باب کی ۱۲ آیت میں وہ لکھتا ہے، ''اور غیرقوموں میں اپنا چال چلن نیک رکھو تاکہ جن باتوں میں وہ تمہیں بدکار جان کر تُمہاری بدگوئی کرتے ہیں تُمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر اُنہی کے سبب سے مُلاحظہ کے دِن خُدا کی تمجید کریں۔''

گُناہ آلودہ کام کرنے سے باز رہنا ہی کافی نہیں۔ خُدا کو خوش کرنے کے لِئے ہمارے لِئے نہایت ضرُوری ہے کہ ہم پُوری سرگرمی سے اچھے اور نیک کام کریں۔ مسیح اِس سچائی کی وضاحت کرتے ہُوئے کہتا ہے، ''جب ناپاک رُوح آدمی میں سے نکلتی ہے تو سُوکھے مقاموں میں آرام ڈھونڈتی پھرتی ہے اور جب نہیں پاتی تو کہتی ہے کہ مَیں اپنے اُسی گھر میں لوٹ جاؤں گی جس سے نکلی ہُوں۔ اور آ کر اُسے جھڑا ہُوا اور آراستہ پاتی ہے۔ پھر جا کر اَور سات رُوحیں اپنے سے بُری ہمراہ لے آتی ہے اور اُس میں داخل ہو کر وہاں بستی ہیں اور اُس آدمی کا پچھلا حال پہلے سے بھی خراب ہو جاتا ہے۔'' (لُوقا ۱۱: ۲۴-۲۶)

مسیح کے پیروکاروں کو دُوسرے لوگوں سے دُور اکیلی تنہا زندگی گزارنے کی قطعی ضرُورت نہیں۔ پطرسؔ رسُول اِس بات کی بڑی صفائی سے وضاحت کرتا ہے کہ ہماری زندگیاں اور ہمارا چال چلن غیرقوموں کو نظر آنا چاہیے۔ لیکن ہماری زندگی اور ہمارا چال چلن دُوسروں سے مختلف ہونا چاہیے۔ یہاں لفظ ''غیرقوم'' اور دُوسرے باب کی آیت ۹ میں مسیح کے پیروکاروں کے لِئے لفظ ''مُقدس قوم'' کا استعمال کر کے پطرسؔ رسُول لفظوں کو ایک دُوسرے کے مقابل لا رہا ہے۔ غیر قوم

تاریکی میں گُم ہو چُکی ہے اور خُدا کی مُقدس قوم اُس کی ''عجیب روشنی'' میں آ چُکی ہے (۱-پطرس ۲:۹)۔ اور اِسی لِئے مسیح کے پیروکاروں کے فعل وعمل سب کو نظر آتے ہیں کیونکہ وہ خُدا کی عجیب روشنی میں رہتے ہیں۔ مسیح نے فرمایا، ''تُم دُنیا کے نُور ہو۔ جو شہر پہاڑ پر بسا ہے وہ چھپ نہیں سکتا۔ اور چراغ جلا کر پیمانہ کے نیچے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں تو اُس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔ اِسی طرح تُمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تُمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تُمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں۔'' (متّی ۵:۱۴-۱۶)

لیکن روشنی میں رہنے کی قیمت بھی ادا کرنا پڑتی ہے۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے غیرقوم والے مسیح کے پیروکاروں پر تہمت لگائیں گے کہ وہ بُرا کرتے ہیں۔ لیکن اگر مسیح کے ماننے والے مُسلسل نیک کام ہی کِئے جائیں تو آخر میں غیرقوم والے بھی اُن اچھے کاموں کی وجہ سے خُدا کی تمجید کریں گے۔ یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھنے کی ضرُورت ہے کہ پطرسؔ رسُول کِسی ایسے نیک عمل کی بات نہیں کر رہا جس سے ثواب مِلتا ہے۔ بلکہ وہ ہمارے اُس رویے اور چال چلن کی بات کر رہا ہے جو ہر روز لوگوں کے سامنے ہوتا ہے۔ جب لوگ ہمارے اعلیٰ چال چلن کو دیکھتے ہیں تو کیا وہ خُدا کی تمجید کرنے کے لِئے مائل ہو جاتے ہیں؟

جب پطرسؔ رسُول ''مُلاحظہ کے دِن'' کے بارے میں لکھتا ہے تو ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ خُدا ہمارا مُنصف ہے۔ آخری عدالت وہی کرے گا۔ وہ لفظ جس

کا ترجمہ ''مُلاحظہ'' کِیا گیا ہے، جانچ پڑتال اور تفتیش و تحقیق کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ممکن ہے غیرقوم والوں کی طرف سے مسیح کے پیروکاروں پر بُرے کام کرنے کی تہمت لگائی گئی ہو، لیکن خُدا جھوٹ سچ کا فیصلہ کرے گا۔ اور جب اِنصاف کا ترازو ہاتھ میں لے کر خُدا مسیح کے پیروکاروں کے حق میں فیصلہ کرے گا تو غیرقوم والے خُدا کی حمد و تمجید کریں گے۔

سولھواں باب

حکومت سے تعلق

(۱-پطرس ۲: ۱۳-۱۷)

اپنے اِلہامی خط کے دُوسرے باب کی ۱۱ اور ۱۲ آیت میں پطرسؔ رسُول وہ دو اصول پیش کرتا ہے جو مسیحی رویے کو اپنے تابع رکھتے ہیں۔ پہلا اصول جسمانی خواہشات سے پرہیز کرنا اور دُوسرا اصول نیک زندگی گزارنا ہے۔ لیکن اصول پیش کرنا تو آسان ہے مگر اُن کے مطابق عملی طور پر اپنی زندگی گزارنا نہایت مشکل۔ یہ اصول ہماری روزمرہ زندگی میں کِس طرح استعمال میں لائے جا سکتے ہیں؟ پطرسؔ رسُول اپنے خط کے باقی حِصّے میں مسیح کے پیروکاروں کے لِئے کچھ عملی مثالیں پیش کرتا ہے جن کی روشنی میں وہ اِن اصولوں کو اپنی زندگی میں لاگو کر سکتے ہیں۔ وہ شروع کرتا ہے حکومت سے، کہ ایک مسیحی کا حکومت کے لِئے رویہ کیا ہونا چاہیے۔ دُوسرے باب کی ۱۳ آیت سے ۱۷ تک وہ لکھتا ہے، ''خُداوند کی خاطر اِنسان کے ہر ایک انتظام کے تابع رہو۔ بادشاہ کے اِس لِئے کہ وہ سب سے بُزُرگ ہے۔ اور حاکموں کے اِس لِئے کہ وہ بدکاروں کی سزا اور نیکوکاروں کی تعریف کے لِئے اُس کے بھیجے ہُوئے ہیں۔ کیونکہ خُدا کی یہ مرضی ہے کہ تُم نیکی کر کے نادان آدمیوں کی جہالت کی باتوں

کو بند کر دو۔ اور اپنے آپ کو آزاد جانو مگر اِس آزادی کو بدی کا پردہ نہ بناؤ بلکہ اپنے آپ کو خُدا کے بندے جانو۔ سب کی عزّت کرو۔ برادری سے محبّت رکھو۔ خُدا سے ڈرو۔ بادشاہ کی عزّت کرو۔''

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ حکومت کا مقصد ہے بدکاروں کو سزا دینا اور جو نیکوکار ہیں اُن کی تعریف کرنا۔ مگر حکومت کو ایسا کرنے کا اختیار کون دیتا ہے؟ اِس سے پہلے کہ ہم اُس تعلق پر کچھ غور و فکر کریں جو ایک مسیحی اور حکومت کے درمیان ہونا چاہیے، نہایت ضرُوری ہے کہ پہلے ہم اِس سوال کے جواب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پولُسؔ رسُول صاف طور پر لکھتا ہے کہ ''۔۔کوئی حکومت ایسی نہیں جو خُدا کی طرف سے نہ ہو اور جو حکومتیں موجود ہیں وہ خُدا کی طرف سے مقرّر ہیں۔'' (رُومیوں ۱۳:۱) یہ وجہ ہے کہ پطرسؔ رسُول، مسیح کے پیروکاروں کو ہدایت دیتا ہے کہ حکومت کے تابعدار رہو۔ جب کہ یہ حکومت کا کام ہے کہ بدی کرنے والوں کو سزا دے اور نیکی کرنے والوں کی تعریف کرے، اور جب کہ پطرسؔ پہلے ہی کہہ چُکا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو نیک اور پاک زندگی گزارنی چاہیے تو پھر ایک مسیحی کے پاس حکومت سے ڈرنے کی کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے؟

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار ''خُداوند کی خاطر'' اپنے آپ کو حکومت کے تابع کریں۔ اِس کے باوجود کہ حکومت یا حکومت کرنے والا عزّت و احترام کے قابل ہو یا نہ ہو، ایک مسیحی کو اُن کے تابع ہی رہنا ہے کیونکہ حکومت اور حکمران دونوں کا اختیار خُدا کی طرف سے مِلا ہے۔ پولُسؔ رسُول لکھتا ہے،

''پس جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خُدا کے انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں وہ سزا پائیں گے۔ کیونکہ نیکوکار کو حاکموں سے خوف نہیں بلکہ بدکار کو ہے۔ پس اگر تُو حاکم سے نڈر رہنا چاہتا ہے تو نیکی کر۔ اُس کی طرف سے تیری تعریف ہو گی۔'' (رُومِیوں ۱۳: ۲-۳)

مگر اِس سے ایک اَور سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ مسیح کا پیروکار کیا کرے اگر حکمران یا حکومت خُدا کی طرف سے دیئے گئے اختیار کا ناجائز فائدہ اٹھائے؟ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں حکومتوں اور اختیار والوں نے مسیحیوں کو اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ ایسی صورت میں مسیح کا پیروکار کیا کرے؟ پطرسؔ رسُول زور دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ خُدا کی مرضی یہی ہے کہ ایک مسیحی نیکی ہی کرے۔ ایک مسیحی کے پاس صِرف یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر وہ خُدا کو خوش کر سکتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اُن کی بے عزّتی کی جائے تو اُن کو حق حاصل ہے کہ بدلے میں بے عزّتی کریں، بدسلوکی کا جواب بدسلوکی میں، اور ظلم کا جواب ظلم سے دینا چاہیے۔ لیکن مسیح کے پیروکار کی زندگی میں اِس قِسم کے رویے کی کوئی گنجائش نہیں۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ بدسلوکی و بے عزّتی، حقارت و نفرت یا ظلم و ستم سے نہیں بلکہ نیکی و بھلائی کرنے سے نادان آدمیوں کی جہالت کی باتوں کو بند کرنا ہے۔ ہم سب کو اپنے فعل و عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم اِس سلسلے میں خُدا کی مرضی کی پیروی کر رہے ہیں؟

پطرسؔ رسُول نے اِس بات کی وضاحت نہیں کی کہ ''نادان آدمیوں'' سے اُس کا کیا مطلب ہے۔ لیکن اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کو وہ کون ہیں۔

اُن کی جہالت کی باتیں مسیحیوں کی نیکی اور بھلائی سے بند کی جا سکتیں ہیں۔ کیا یہ نادان آدمی حکومت یعنی اختیار والوں سے مسیح کے پیروکاروں کے خلاف الزامات لگا رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو یہ مسیحیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اچھے کام کر کے اِن الزامات کو جھوٹا ثابت کریں۔ کیا یہ نادان آدمی حکومت ہی سے تعلق رکھتے ہیں؟ اگر وہ حکومت ہی کے لوگ ہیں تو پھر بھی مسیحیوں کے لِئے ضرُوری ہے کہ وہ اُن کی احمقانہ باتوں کا اپنے نیک کاموں سے جواب دیں۔

حکومت سے وفاداری کہاں تک ہونی چاہیے؟ جب پطرسؔ رسُول، مسیح کے پیروکاروں کو ہدایت دیتا ہے کہ ''اپنے آپ کو آزاد جانو'' اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت کے غُلام نہیں ہیں۔ دُوسرے باب کی آیت ۹ میں وہ پہلے ہی کہہ چُکا ہے کہ مسیح کی پیروکار ''مُقدس قوم'' اور ''خُدا کی خاص ملکیت'' ہیں۔ تو اِس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک مسیحی کی تمام تر وفاداری حکومت سے نہیں بلکہ خُدا کے ساتھ ہونی چاہیے۔ کچھ لوگ شائد کہیں جبکہ خُدا نے حکومت مقرّر یا قائم کی ہے تو پھر حکومت جس طرح لوگوں سے چاہے کام لے۔ لیکن حکومت کا حق نہیں ہے کہ وہ ایک مسیحی سے ایسا کام کرنے کو کہے جو اِلٰہی اصولوں اور مرضی کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی حکمران یا حکومت کِسی مسیحی کو ایسا کرنے پر مجبور کرے تو لازم ہے کہ مسیحی بڑی عزّت کے ساتھ اِنکار کر دے۔

جس طرح حکومت کا فرض ہے کہ وہ مسیحی کو کوئی ایسا کام کرنے کو نہ کہے جو اِلٰہی اصولوں کے خلاف ہو، اُسی طرح مسیح کے پیروکار کی بھی ایک اخلاقی ذمہ داری ہے۔ پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ مسیحیوں کو اپنی آزادی کو بدی کے لِئے

عُذر کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ حکومت اچھی ہو یا بُری، سمجھدار ہو یا بے وقوف، مسیحیوں کے حق میں بہتر ہو یا اُن پر ظلم و ستم کرتی ہو، ایک مسیحی کو ہر حالت میں نیکی اور بھلائی ہی کرنا ہے۔

اگرچہ مسیح کے پیروکار آزاد ہیں، مگر پھر بھی وہ خُدا کے بندے یعنی خُدا کے غُلام ہیں۔ دو وجوہات کی بِنا پر وہ خُدا کے غُلام ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ خُدا نے اُنہیں مسیح کے خُون سے خرید لِیا ہے۔ پطرسؔ رسُول اِس کا ذکر پہلے باب کی ۱۷ سے ۱۹ آیت میں کرتا ہے۔ دُوسری وجہ ایک مسیحی کے خُدا کا غُلام ہونے کی یہ بھی ہے کہ مسیح نے اُسے اپنی لازوال محبّت میں باندھ لِیا ہے۔ جیسا کہ پطرسؔ رسُول پہلے باب کی ۸ آیت میں لکھتا ہے، ''اُس سے تُم بے دیکھے محبّت رکھتے ہو۔۔۔'' خُدا نے ہمیں اپنے بے پناہ پیار سے غُلام بنایا ہے۔ خُدا کے لِئے ہمارا پیار کا یہی رشتہ ہے جو ہمیں دُوسروں کے ساتھ اِسی طرح کا سُلوک کرنے پر اُبھارتا ہے۔ یہ ہمارا خُدا سے پیار ہے جو ہمیں اِس قابل بناتا ہے کہ ہم بالکل اُسی طرح کریں جس طرح پطرسؔ رسُول نے آیت ۱۷ میں کرنے کی ہدایت کی ہے: ''سب کی عزّت کرو، برادری سے محبّت رکھو، خُدا سے ڈرو، بادشاہ کی عزّت کرو۔''

پطرسؔ رسُول جب کہتا ہے کہ ہمیں خُدا سے ڈرنا چاہیے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں خُدا کی عزّت و احترام کرنا چاہیے۔

سترھواں باب

نوکر، مالک کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں؟

(۱-پطرس ۲:۱۸-۲۵)

ہمارا مذہب چند گِنے چُنے عقائد کی صِرف لفظی خدمت نہیں بلکہ اِس سے کہیں بڑھکر ہونا چاہیے۔ ہماری روزمرہ زندگی میں ہمارے عقائد کا ثبوت ہمارے فعل و عمل سے مِلنا چاہیے۔ اِس کی روشنی میں ایک مسیحی نوکر کو اپنے مالک کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ پطرسؔ رسُول اِس سوال کا جواب دیتے ہُوئے لکھتا ہے، ''اَے نوکرو! بڑے خوف سے اپنے مالکوں کے تابع رہو۔ نہ صِرف نیکوں اور حلیموں ہی کے بلکہ بدمزاجوں کے بھی۔ کیونکہ اگر کوئی خُدا کے خیال سے بے اِنصافی کے باعث دُکھ اُٹھا کر تکلیفوں کی برداشت کرے تو یہ پسندیدہ ہے۔ اِس لِئے کہ اگر تُم نے گُناہ کر کے مُکے کھائے اور صبر کِیا تو کونسا فخر ہے؟ ہاں، اگر نیکی کر کے دُکھ پاتے اور صبر کرتے ہو تو یہ خُدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔'' (۱-پطرس ۲:۱۸-۲۰)

ہمارا اُردو ترجمہ کہتا ہے کہ نوکر ''بڑے خوف'' کے ساتھ اپنے مالکوں کے تابع رہیں۔ لیکن پطرسؔ رسُول جو یُونانی لفظ استعمال کرتا ہے اُس کے کئی معنی ہیں۔ یہاں اِس کا مطلب خوف نہیں ہو سکتا کیونکہ مسیح یِسُوعؔ نے اپنے

پیروکاروں کو ہدایت دی ہے کہ وہ آدمیوں کا خوف نہ کریں۔ اُنھوں نے فرمایا، ''مگر تُم دوستوں سے مَیں کہتا ہُوں کہ اُن سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور اُس کے بعد اَور کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن مَیں تمہیں جتاتا ہُوں کہ کِس سے ڈرنا چاہیے۔ اُس سے ڈرو جس کو اختیار ہے کہ قتل کرنے کے بعد جہنم میں ڈالے۔ ہاں، مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ اُسی سے ڈرو۔'' (لوقا ۱۲: ۴-۵) اِس کی روشنی میں پطرسؔ رسُول کہنا چاہتا ہے کہ نوکر خوف سے نہیں بلکہ عزّت و احترام کے ساتھ اپنے مالکوں کی خدمت کریں۔

لیکن پطرسؔ رسُول کچھ ایسے مالکوں کا ذکر بھی کرتا ہے جو ظالم اور ستانے والے تھے۔ ایسی حالت میں ایک نوکر اُس کے ساتھ کیسے گزارا کرے؟ کیوں نہ اُسے چھوڑ دے اور کہیں اَور نوکری کر لے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ نوکر کے لِئے جو لفظ پطرسؔ رسُول نے استعمال کِیا ہے، اُس سے اشارہ مِلتا ہے کہ اُن میں سے کچھ غُلام تھے۔ اُن کے لِئے ممکن نہیں تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر کہیں اَور چلے جائیں۔ لیکن اگر کوئی غُلام نہ بھی ہو تو اُس کے لِئے ممکن ہے اُس کے مالی حالات یا کِسی اَور وجہ سے نوکری چھوڑ دینا آسان نہیں ہو گا۔

پطرسؔ رسُول کم سے کم تین وجوہات بتاتا ہے جن کے تحت مسیح کے پیروکار کو ظالم اور ستانے والے مالک کے تابع رہنا چاہیے۔ تابع رہنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ایک مسیحی کو خُدا کا خیال رہتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ مسیح کا پیروکار ہر وقت ذہن میں رکھتا ہے کہ اُس کا اصلی مالک کون ہے۔ اِس کے باوجود کہ وہ ایک زمینی مالک کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن اُس کا اصلی مالک خُدا

ہے۔ پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں کو آیت ۱۶ میں پہلے ہی ہدایت دے چُکا ہے، ''۔۔۔اپنے آپ کو خُدا کے بندے جانو۔'' جب ایک مسیحی خدمت کرتا ہے تو وہ درحقیقت کِسی دُوسرے شخص کے لِئے کام نہیں کر رہا ہوتا بلکہ خُدا کے لِئے کرتا ہے۔ یہی بات پَولُسؔ رسُول زمینی مالکوں کی خدمت کے بارے میں لکھتے ہُوئے کہتا ہے، ''اور آدمیوں کو خوش کرنے والوں کی طرح دِکھاوے کے لِئے خدمت نہ کرو بلکہ مسیح کے بندوں کی طرح دِل سے خُدا کی مرضی پوری کرو۔ اور اُس خدمت کو آدمیوں کی نہیں بلکہ خُداوند کی جان کر جی سے کرو۔ کیونکہ تُم جانتے ہو کہ جو کوئی جیسا اچھا کام کرے گا خواہ غُلام ہو خواہ آزاد خُداوند سے ویسا ہی پائے گا۔'' (اِفسیوں ۶:۶۔۸) اگر ہم اپنے کام کو خُدا کے لِئے خدمت جان کر کریں تو ہم ہر طرح کا بُرا سلوک بھی برداشت کر سکتے ہیں۔

ظالم اور ستانے والے مالک کے تابع رہنے کی دُوسری وجہ بتاتے ہُوئے پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ یہ خُدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ بے اِنصافی کے باعث دُکھ اُٹھانا درحقیقت ہمارے اِیمان کو ظاہر کرتا ہے۔ بے اِنصافی کا بدلہ خود لینے کی بجائے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو خُدا کے سپرد کریں۔ وہ عادل خُدا ہے، اور جب ہم عزّت و احترام سے اپنے آپ کو بے اِنصافی کے تابع کر دیتے ہیں تو تسلیم کرتے ہیں کہ خُدا اِس کا اِنصاف کرے گا۔

تیسری وجہ ظالم اور ستانے والے مالک کے ہاتھوں بے اِنصافی کے باعث دُکھ سہنے کی یہ ہے کہ جب ہم ایسا کرتے ہیں تو مسیح کے نقشِ قدم پر چل رہے ہوتے ہیں۔ آیت ۲۱ سے ۲۳ میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اور تُم اِسی کے

لِئے بُلائے گئے ہو کیونکہ مسیح بھی تُمہارے واسطے دُکھ اُٹھا کر تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ اُس کے نقشِ قدم پر چلو۔ نہ اُس نے گُناہ کِیا اور نہ اُس کے مُنہ سے کوئی مکر کی بات نکلی۔ نہ وہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا اور نہ دُکھ پا کر کِسی کو دھمکاتا تھا بلکہ اپنے آپ کو سچے اِنصاف کرنے والے کے سپرد کرتا تھا۔"

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسِیحی نوکر بُلایا گیا ہے۔ مگر کِس لِئے بُلایا گیا ہے؟ پاک صحائف میں اِس سوال کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔ اُن تمام کا نچوڑ یہ ہے کہ خُدا نے ہر ایک مسِیحی کو مسیح کی مانند بننے کے لِئے بُلایا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے، "اور ہم کو معلوم ہے کہ سب چیزیں مِل کر خُدا سے محبّت رکھنے والوں کے لِئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی اُن کے لِئے جو خُدا کے ارادہ کے موافق بُلائے گئے۔ کیونکہ جن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مقرّر بھی کِیا کہ اُس کے بیٹے کے ہمشکل ہوں تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے۔ اور جن کو اُس نے پہلے سے مقرّر کِیا اُن کو بُلایا بھی۔۔۔" (رُومیوں ۸:۲۸۔۳۰)

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی دُکھ اُٹھاتا ہے تو اُس نے ضرُور کچھ بُرا کام کِیا ہے جس کا وہ صلہ پا رہا ہے۔ لیکن پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ مسیح کی طرح کا دُکھ ہم میں سے کوئی کبھی اُٹھا نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی پطرسؔ رسُول یسعیاہؔ نبی کا بیان (دیکھئے یسعیاہ ۵۳:۹) یہ حقیقت ثابت کرنے کے لِئے پیش کرتا ہے کہ مسیح نے کبھی گُناہ نہیں کِیا۔ اگر ہمیں بے اِنصافی کے ساتھ دُکھ اُٹھانا ہی پڑے تو کیا ہم مسیح کی مانند خُدا پر بھروسہ کر سکتے ہیں کہ وہ اِنصاف

اُٹھانا ہی پڑے تو کیا ہم مسیح کی مانند خُدا پر بھروسہ کر سکتے ہیں کہ وہ اِنصاف کرے گا؟

پہلے باب کی ۱۹ آیت میں پطرسؔ رسُول مسیح کو خُدا کا برّہ کہتا ہے۔ لیکن ۲ باب کی ۲۴ اور ۲۵ آیت میں پطرسؔ تصویر کا رُخ بدل دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے، ''وہ آپ ہمارے گُناہوں کو اپنے بدن پر لِئے ہُوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گُناہوں کے اعتبار سے مَر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں اور اُسی کے مار کھانے سے تُم نے شفا پائی۔ کیونکہ پہلے تُم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے مگر اب اپنی رُوحوں کے گلہ بان اور نگہبان کے پاس آ گئے ہو۔''

اِن الفاظ کے ساتھ پطرسؔ رسُول ہمارے ذہن میں مسیح کا وہ دعویٰ لاتا ہے جو اُس نے اپنے بارے میں کِیا، ''اچھا چرواہا مَیں ہُوں۔ اچھا چرواہا بھیڑوں کے لِئے اپنی جان دیتا ہے۔۔۔ اچھا چرواہا مَیں ہُوں۔۔۔ مَیں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہُوں اور میری بھیڑیں مُجھے جانتی ہیں۔۔۔ باپ مُجھ سے اِس لِئے محبّت رکھتا ہے کہ مَیں اپنی جان دیتا ہُوں تاکہ اُسے پھر لے لُوں۔'' (یُوحنّا ۱۰:۱۱۔۱۷) مسیح کے پیروکار جو اُس کی بھیڑیں ہیں اِس لِئے پُورے بھروسے کے ساتھ دُکھ اُٹھا سکتے ہیں کیونکہ اُن کا چرواہا اُن کی حالت کو جانتا ہے اور اُس نے اُن کی حفاظت سے راہنمائی کرنے کا کئی بار مظاہرہ کِیا ہے۔

اٹھارہواں باب

بیویوں کو ہدایت

(۱-پطرس ۳: ۱-۶)

اِنسان ہونے کے ناطے ہمارے لِئے کِسی کے خاندان پر تنقید کرنا اور کمزوریاں نکالنا تو بہت آسان ہے مگر اِیمانداری سے اپنے اندر جھانک کر دیکھنا نہایت مشکل ہے۔ مسیح کے پیروکاروں کو یہ جاننے کی ضرُورت ہے کہ ہم اپنے خاندان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے ہیں جو خُدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ نوکروں کو عزّت و احترام سے اپنے مالکوں کے تابع رہنے کی نصیحت کرنے کے بعد پطرسؔ رسُول اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۳ باب کی پہلی ۶ آیات میں بیویوں کو ہدایت دیتے ہُوئے لکھتا ہے، ''اَے بیویو! تُم بھی اپنے اپنے شوہر کے تابع رہو۔ اِس لِئے کہ اگر بعض اُن میں سے کلام کو نہ مانتے ہوں تو بھی تُمہارے پاکیزہ چال چلن اور خوف کو دیکھ کر بغیر کلام کے اپنی اپنی بیوی کے چال چلن سے خُدا کی طرف کھِنچ جائیں۔ اور تُمہارا سنگار ظاہری نہ ہو یعنی سر گوندھنا اور سونے کے زیور اور طرح طرح کے کپڑے پہننا۔ بلکہ تُمہاری باطنی اور پوشیدہ اِنسانیت حِلم اور مزاج کی غُربت کی غیرفانی آرائش سے آراستہ رہے کیونکہ خُدا کے نزدیک اِس کی بڑی قدر ہے۔ اور اگلے زمانہ میں بھی خُدا پر اُمید رکھنے والی

مُقدس عورتیں اپنے آپ کو اِس طرح سنوارتی اور اپنے اپنے شوہر کے تابع رہتی تھیں۔ چنانچہ سارہؔ، ابرہامؔ کے حُکم میں رہتی اور اُسے خُداوند کہتی تھی۔ تُم بھی اگر نیکی کرو اور کِسی ڈراوے سے نہ ڈرو تو اُس کی بیٹیاں ہُوئیں۔''

پطرسؔ رسُول اِن آیات میں مسِیحی بیویوں کو دو اہم باتیں سمجھاتا ہے جن پر اُنہیں عمل کرنا چاہیے۔ پہلی یہ کہ اُنہیں اپنے شوہر کو خُدا کی طرف لانا ہے۔ ذرا سوچیئے کہ کِتنا اچھا ہوتا کہ ایک مثالی دُنیا میں ہر شوہر مسیح کی پیروی کرتا اور اپنے گھر کا راہنما ہوتا۔ لیکن تلخ حقیقت یہ ہے کہ مسیح کا نام لینے والوں میں سے بھی بہت سارے شوہر ایسے ہیں جو اِیمان نہیں رکھتے۔ ایسی صورت میں یہ بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر میں رُوحانی ماحول پیدا کرے۔ مگر ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ ایک بیوی اپنے شوہر کے دِل کو خُدا کی طرف کیسے موڑ سکتی ہے؟ پطرسؔ رسُول صاف طور پر کہتا ہے کہ وہ لفظوں سے ایسا نہیں کر سکتی۔ آدمی پسند نہیں کرتا کہ اُسے لیکچر دیا جائے خاص طور اگر لیکچر دینے والی بیوی ہو تو وہ باکل ہی پسند نہیں کرے گا۔ جب اِنسان غرور کے نشے میں مست ہو تو اپنی غلطی ماننے کی بجائے دُرست بات جو وہ جانتا ہے اُس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اگر بیوی نے اپنے شوہر کو جیتنا ہے تو اُسے یہ کام اپنے فعل وعمل اور اپنی مثالی زندگی سے کرنا ہو گا۔ یقیناً اِس کے لِئے بہت زیادہ حلیمی کی ضرُورت ہو گی لیکن ایک مسِیحی بیوی کو ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اُس کا مقصد ہے کیا۔ اُس کا مقصد اپنے شوہر کو غلط ثابت کرنا یا اُسے نیچا دِکھانا نہیں بلکہ اُسے بچانا ہے۔ مسِیحی بیوی کو یہ کام نہایت تابعداری سے کرنا ہے۔ آیت ۶ میں پطرسؔ رسُول اِس کی

وضاحت کرنے کے لِئے سارہؔ کی مثال پیش کرتا ہے۔ تابعدار بیوی اپنے شوہر کا کہنا مانے گی۔ اِس طرح وہ اپنے شوہر پر واضح کرتی ہے کہ وہ اُس کے ہر فیصلے کو عزّت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اپنی خواہش سے زیادہ اُس کی خواہش کو اہمیت دیتی ہے۔ اور شائد اپنے شوہر کو سارہؔ کی طرح ''خُداوند'' تو نہیں کہتی مگر اپنے رویہ اور فعل و عمل سے اپنے شوہر کو دِکھاتی ہے کہ خُدا نے اُسے جو گھر کا راہنما ہونے کا اختیار بخشا ہے وہ اُسے پہچانتی ہے۔

دُوسری بات جس پر عمل کر کے مسیحی بیوی اپنے شوہر کو خُدا کی طرف مائل کر سکتی ہے، یہ ہے کہ وہ پاکیزہ زندگی بسر کرے۔ ایسی بیوی کو کچھ حاصل نہیں ہو گا جو اپنے شوہر کو پاکیزہ زندگی گزارنے کو کہے مگر خود اُس کا عملی نمونہ پیش نہ کرے۔ پاکیزگی اِنسان میں سُکھ چین پیدا کرتی ہے اور جب شوہر دیکھتا ہے کہ اُس کی بیوی سُکھ چین میں ہے تو چاہے گا کہ وہ بھی اُس کے سُکھ چین میں شریک ہو۔

دُوسری اہم بات جو ہر مسیحی بیوی کا مقصد و خواہش ہونی چاہیے یہ ہے کہ وہ اپنے اندر پوشیدہ اِنسانیت پیدا کرے۔ اپنے اِس نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لِئے پطرسؔ رسُول خوبصورتی کے دو معیار پیش کرتا ہے۔ ایک خوبصورتی وہ ہوتی ہے جو باہر کی چیزوں یعنی کپڑوں، زیورات اور بالوں کی آرائش و زیبائش سے بنتی ہے۔ اِس قِسم کی خوبصورتی آدمیوں کی جسمانی خواہشات کے لِئے کشش رکھتی ہے لیکن اگر عورت کے پاس صِرف اِسی قِسم کی خوبصورتی ہے تو وہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ اور جب اُس کی جسمانی خوبصورت جاتی رہے گی تو شوہر کے دِل

میں اُس کی محبّت و کشش بھی جاتی رہے گی۔ لیکن پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ایسی خوبصورتی بھی ہے جو سدا بہار ہے اور جو ختم نہیں ہوتی۔ اِس خوبصورتی کی بُنیاد عورت کے کردار و سیرت میں ہوتی ہے۔ یہ باطنی خوبصورتی اِنسان کو مکمل طور پر تبدیل کر دیتی ہے۔ جس عورت کے پاس یہ خوبصورتی ہو گی جسمانی طور پر کیسی بھی کیوں نہ نظر آئے اور جو کچھ کیوں نہ پہنے وہ ہر حال میں پُرکشش ہو گی۔

اچھا ہو گا کہ غلط فہمی دُور کر دیں۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ پطرسؔ رسُول زیورات اور خوبصورت کپڑے پہننے سے منع کر رہا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ آرائش و زیبائش غلط تب ہے جب وہ باطنی خوبیوں پر جو سچی خوبصورتی کو پیدا کرتی ہیں حاوی ہو جائے۔ پطرسؔ رسُول کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عورت کی خوبصورتی اُس کی خوبصورت شخصیت میں ہے، نہ کہ خوبصورت چیزیں پہننے میں۔ کپڑے اور آرائش و زیبائش اچھے کردار و سیرت کا بدل نہیں ہو سکتا۔

کچھ لوگوں کو یہ بھی غلط فہمی ہے کہ جب پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ عورت کو حِلم مزاج اور خاموش طبع ہونا چاہیے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُسے اُداس و پریشان، خوشی و مسرت سے خالی اور سست و کمزور بنا کے پیش کر رہا ہے۔ سچائی سے اِس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ در حقیقت اِلٰہی خوبیوں سے مالا مال عورت خوشی و مسرت، محبّت و پیار، اُمید و یقین اور اعتماد و بھروسے سے معمور ہو گی۔ اپنے اِسی پہلے خط کے پہلے باب، اُس کی ۸ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ مسیح کے پیروکار ایسی خوشی مناتے ہیں ''جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے۔'' پولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''مگر رُوح کا پھل محبّت، خوشی، اِطمینان، تحمل،

مہربانی، نیکی، اِیمانداری، حِلم، پرہیزگاری ہے۔۔۔'' (گلتیوں ۵:۲۲-۲۳) یہ وہ باطنی خوبیاں ہیں جو مسیحی بیوی کے کردار و شخصیت کا ایک نمایاں حِصّہ ہونا چاہیے۔ یہی وہ باطنی خوبیاں ہیں جو اُسے خوبصورت بناتی ہیں اور اپنے شوہر کو اپنی طرف مائل کر کے خُدا کی طرف کھینچ لاتی ہیں۔

اِس بیان میں ایک اَور مشکل مسئلہ ہے جس کی وضاحت کرنا ضرُوری ہے۔ ہمارے اُردو ترجمے کی آیت ۲ میں، جہاں پطرسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ شوہر کِس طرح خُدا کی طرف لائے جائیں، لکھا ہے، ''۔۔۔تُمہارے پاکیزہ چال چلن اور خوف کو دیکھ کر۔۔۔'' لیکن آیت ۶ میں پطرسؔ بیویوں کو ہدایت دیتا ہے کہ ''۔۔۔کِسی ڈراوے سے نہ ڈرو۔۔۔'' اگرچہ لفظی طور پر یہ ایک اچھا ترجمہ ہے مگر پھر بھی اِس سے الجھن پیدا ہوسکتی ہے۔ پطرسؔ رسُول بیویوں کو کیوں کہتا ہے کہ وہ نہ ڈریں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ یہ اُن کا خوف ہے جو اُن کے شوہر کو خُدا کی طرف مائل کرے گا؟ اِس کو سمجھنے کے لِئے نہایت ضرُوری ہے کہ ہم جانیں کہ پطرسؔ رسُول نے جو لفظ یہاں اِستعمال کیا ہے وہ دو تصور پیش کرتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ آیت ۶ میں پطرسؔ بیویوں کو کہتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے خوف نہ کریں یا پاکیزہ زندگی گزارنے کے سبب دُکھ اُٹھانے سے نہ ڈریں۔ آیت ۲ میں لگتا ہے کہ پطرسؔ رسُول اُس تعلق کے بارے میں بتا رہا ہے جو بیویوں کا خُدا سے ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پطرسؔ کہہ رہا ہے کہ مسیحی بیوی خُدا سے دہشت و ہیبت سے بھرپور خوف نہیں بلکہ عِزّت و احترام والا خوف کرے گی۔ یہ بھی ذہن میں رکھنا ہے کہ پہلے باب کی ۱۷ آیت میں پطرسؔ

رسُول لکھتا ہے کہ مسیح کے سارے پیروکار اپنی زندگی ''خوف'' سے بسر کریں۔ اور جیسا کہ پاک صحائف میں لکھا ہے، ''خُداوند کا خوف بدی سے عداوت ہے۔۔۔'' (امثال ٨: ١٣) بیوی کا بدی سے عداوت رکھنے اور اچھے کام کرنے کا یہ جذبہ کلام کو نہ ماننے والے شوہر کو خُدا کی طرف کھینچ لائے گا۔

اُنیسواں باب

شوہروں کو ہدایت

(۱-پطرس ۳:۷)

اگر کوئی کِسی بات پر صِرف اِیمان ہی رکھتا ہو، لیکن فعل و عمل اُس اِیمان کے تابع نہ ہو تو ایسا اِیمان لفظی اور بے معنی ہے۔ جب مُعاشرے یا سوسائٹی کے بنائے ہوئے اُصول مذہبی اُصولوں کے ساتھ گُھل مِل گئے ہوں تو پھر اُن باتوں پر مضبُوطی سے عمل کرنا آسان ہوتا ہے جن پر ہمارا اعتقاد ہوتا ہے۔ لیکن اِیمان کا سچا اِمتحان تب ہوتا ہے جب ہم خدا کی مرضی کو پورا کرنے کے لئے مُعاشرے کے بنائے ہوئے اُصولوں کو رد کر دیں۔ ہمیں اپنے اِیمان کا مظاہرہ ضرُور کرنا چاہیے نہ صِرف مُعاشرے میں رہنے والوں کے سامنے بلکہ خاص طور پر دیکھنا چاہیے کہ ہمارا رویہ ہمارے خاندان کے ساتھ کیسا ہے۔ جس اُصول کے تحت مسیح کے پیروکاروں کو اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے، مسِیحیت کی ایک ایسی خوبی ہے جو اُسے دُوسرے مذاہب سے جُدا کرتی ہے، اور یہ سوسائٹی کے بنائے ہوئے اُصولوں سے مختلف ہے۔ پطرسؔ رسُول دُوسروں کے ساتھ برتاؤ و سلوک کے دو اُصول پیش کرتا ہے جن کے تابع ہمارا ہر فعل و عمل ہونا چاہیے۔ پہلا اُصول ہے بُرائی سے دُور رہنا، اور دُوسرا اُصول

ہے بھلائی کرنا۔ لیکن پطرسؔ رسُول اِن دو اُصولوں کا صِرف ذکر ہی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ اِن اُصولوں کو ہمیں اپنی روز مرہ زندگی میں کِس طرح اِستعمال کرنا چاہیے۔

شوہروں کو لکھتے ہوئے کہتا ہے، ''اَے شوہرو! تُم بھی بیویوں کے ساتھ عقلمندی سے بسر کرو اور عورت کو نازک ظرف جان کر اُس کی عزّت کرو اور یُوں سمجھو کہ ہم دونوں زندگی کی نعمت کے وارِث ہیں تاکہ تُمہاری دُعائیں رُک نہ جائیں۔'' (۱-پطرس ۳:۷)

ہمارے اُردو ترجمہ میں لکھا ہے، ''۔۔۔شوہرو! تُم بھی۔۔۔'' شائد اِس سے بھی بہتر ترجمہ یہ ہوتا، ''اِسی طرح شوہرو۔۔۔'' ''اِسی طرح'' سے کا کیا مطلب ہے؟ اِس سوال کا جواب دینے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم پطرسؔ رسُول کے سارے بیان پر غور کریں۔ باب ۲ کی آیت ۱۱ اور ۱۲ میں مسیحی رویے پر ہدایات دینے کے بعد پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ ہمارا حکومت کے بارے میں رویہ کیسا ہونا چاہیے، نوکروں کو اپنے مالک کے ساتھ کیسا سلُوک کرنا چاہیے، مسیح کی مثال اور بیویوں کا اپنے شوہروں سے سُلوک۔ خواہ حکومت کے ساتھ، خواہ نوکروں کا مالک کے ساتھ اور خواہ بیویوں کا شوہروں کے ساتھ سُلوک ہو پطرسؔ رسُول ہر حالت میں تابعداری پر زور دیتا ہے۔ لہذا جب پطرسؔ شوہروں کو کہتا ہے کہ وہ ''اِسی طرح'' سُلوک کریں تو اُنہیں ہدایت دے رہا ہے کہ وہ بھی تابعداری کا مظاہرہ کریں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ اگر کوئی پطرسؔ رسُول کی ہدایت پر عمل کرے تو شائد اُسے دُنیا کی ہنسی اور تمسخر کا نشانہ بننا پڑے۔ لیکن پطرسؔ رسُول کا

اِن سب مثالوں میں تابعداری کی بُنیاد خُدا کے لِئے ایک پُرتعظیم خوف ہے۔ مسیح کی سچے دِل سے پیروی کرنے والا شوہر دوستوں، عزیز رشتے داروں یا سوسائٹی کے دباؤ کے باوجود اِلٰہی اُصولوں کی تابعداری کرے گا کیونکہ اُس کا اولین مقصد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو خُدا اور اُس کے درمیان تعلق کو تباہ کر دے۔

جب پطرسؔ رسُول عورتوں کو ''نازک ظرف'' کہتا ہے تو وہ خاص طور پر بیویوں کو مخاطب کر رہا ہے۔ لیکن یہ صِرف اُن ہی کے لئے نہیں بلکہ مسیحی شوہر کا رویہ اور سُلوک اپنی بیوی کے علاوہ دُوسری عورتوں کے ساتھ بھی عزّت و احترام والا ہی ہونا چاہیے۔

عورت کو ''نازک ظرف'' کیوں کہا گیا ہے؟ جب پطرسؔ رسُول عورت کو نازک ظرف کہتا ہے تو ممکن ہے کہ اُس کے ذہن میں بنی نوع اِنسان کی پیدائش کا وہ سلسلہ ہو جس کے تحت خُدا نے اِختیار و برتری کی بنیاد رکھی۔ پَولُسؔ رسُول اِس بارے میں لکھتا ہے، ''کیونکہ پہلے آدمؔ بنایا گیا، اُس کے بعد حوّاؔ۔ اور آدمؔ نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گُناہ میں پڑ گئی (۱۔تیمُتھِیُس ۲:۱۳۔۱۴)۔ اِس وجہ سے کہ عورت کو مرد کے بعد بنایا گیا اور اِس وجہ سے بھی کہ پہلے اُس نے گناہ کِیا، لہذا خُدا نے بیویوں کو شوہروں کے اِختیار میں کر دیا۔ اِس سبب سے کہہ سکتے ہیں کہ عورت نازک ظرف ہے کیونکہ خدا نے اُسے کم اِختیار دیا ہے۔

پطرسؔ رسُول نے تیسرے باب کی پہلی آیت میں بیویوں کو جو ہدایت دی ہے ممکن ہے اُس کے مطابق بھی عورت ''نازک ظرف'' ہے جہاں پطرسؔ بیویوں کو کہتا ہے کہ ''اپنے شوہروں کے تابع رہو۔'' جب کوئی شخص خود اپنی مرضی سے اپنے آپ کو کِسی کے تابع کر دیتا ہے تو اُس کی حیثّیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ لہذا اگر بیوی خُدا کے کلام کی تابعداری کرتی ہو تو پھر وہ اپنے شوہر کے مقابلے میں کمزور حیثّیت کو اپنی مرضی سے قبول کرے گی۔

لیکن عین ممکن ہے کہ جب پطرسؔ رسُول عورتوں کیلئے ''نازک ظرف'' کی اِصطلاح اِستعمال کرتا ہے تو وہ عورتوں کو کچھ نہیں کہہ رہا بلکہ یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہے کہ مرد، عورتوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اور یہ اِس سے ظاہر ہوتا ہے جب پطرسؔ کہتا ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کے ساتھ ''عقلمندی'' سے رہیں۔ پطرسؔ رسُول نے جو یونؔانی لفظ یہاں اِستعمال کِیا ہے اُس کا مطلب ہے علم۔ اِس اِلہامی خط کے لکھے جانے کے دوران اور بعد میں بہت سے فلاسفر اور مذہبی فرقے یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اُن کا علم رُسولوں پر اُترے ہوئے علم سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو ''علم رکھنے والے'' کہتے تھے۔ وہ تخلیق شدہ چیز کو ناپاک سمجھتے تھے، خاص طور پر عورتوں کو کمتر اور ناپاک سمجھتے تھے۔ اپنی اِس فلسفیانہ سوچ اور حیثّیت کی وجہ سے وہ عورتوں کو حقیر و نا چیز سمجھ کر دبانے کی کوشش کرتے تھے۔

دُنیا کے بنائے ہُوئے اُصولوں کے مقابلے میں مسیحی دین کی یہ بات بہت ہی اعلیٰ ہے۔ کیا عورتیں ''نازک ظرف'' ہیں؟ بیویوں کو اِس کمزوری کی وجہ

سے حقیر و نا چیز جاننے کی بجائے پطرسؔ رسُول صاف صاف کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو اُن کے ساتھ عزّت و احترام سے پیش آنا چاہیے۔ قدر و قیمت اور اثر و رُسوخ طاقت سے ظاہر نہیں ہوتا۔ خُدا بعض اوقات اپنے کام کو مکمل کرنے کے لِئے طاقت ور کے مقابلے میں کمزور کو چُنتا ہے۔ جیسا کہ خُدا نے پَولُسؔ رسُول سے کہا، ''۔۔۔میری قدرت کمزوری میں پوری ہوتی ہے۔۔۔'' (۲۔کُرِنتھِیوں ۹:۱۲)

پطرسؔ رسُول یہ بھی کہتا ہے کہ خُدا کے سامنے شوہر اور بیوی دونوں برابر ہیں۔ خُدا کی نظر میں بیوی کا مقام اُس کے شوہر سے کم نہیں، اور شوہر کا درجہ بیوی سے اعلیٰ نہیں۔ دونوں زندگی کے وارِث ہیں، اور یہ زندگی دونوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ شوہر کا اِس پر حق ہے اور بیوی کا نہیں۔ جس طرح بیوی کو زندگی کے اِس تحفے کی ضرُورت ہے اُسی طرح شوہر کو بھی ہے۔ یہ صِرف خُدا کا فضل ہے جس کے وسیلے سے دونوں کو زندگی کی بیش قیمت نعمت مِلی ہے۔ شوہر اور بیوی کو ایک دُوسرے کے ساتھ مِل کر خُدا کی خدمت کرنا ہے۔

بیویوں اور دُوسری عورتوں کے ساتھ ہمارے رویے اور برتاوٗ کا اثر ہماری گھریلو زندگی پر ہی نہیں بلکہ اِس سے کہیں زیادہ پڑتا ہے۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ اگر ہم اپنی بیویوں کی عزّت نہیں کرتے اور اگر ہم عورتوں کو زندگی کے تحفے میں حِصّہ دار نہیں سمجھتے تو پھر ہماری دُعائیں خُدا کے ہاں سُنی نہیں جائیں گی۔ کیا ہم کبھی دُعا کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں؟ کیا ہم کبھی محسوس

کرتے ہیں کہ خُدا ہم سے دُور ہے اور وہ ہماری دُعائیں نہیں سُن رہا؟ ہمیں جب کبھی ایسا محسوس ہو تو ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم اپنی بیویوں کے ساتھ کیسا سُلوک کر رہے ہیں؟ شائد خُدا ہماری دُعا نہیں سُن رہا کیونکہ ہم اپنی بیویوں کو وہ عزّت و احترام نہیں دے رہے جو خُدا اُنہیں دیتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ کیا ہم اپنی بیویوں کو اعلیٰ مقام دیتے ہیں؟ کیا ہم اُن کے ساتھ عزّت سے پیش آتے ہیں؟ کیا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری بیویاں خُدا کی نظر میں اُتنا ہی اعلیٰ رُتبہ رکھتی ہیں جتنا ہمارا ہے، یا ہم اُنہیں حقیر جان کر دبانے کی کوشش کرتے ہیں؟

بیسواں باب

با اِیمان بہن بھائیوں سے تعلقات

(۱۔پطرس ۳:۸۔۱۲)

اِنسان ہونے کے ناطے ہمیں ایک دُوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنے میں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے سوچنے کا انداز مختلف ہے، ہماری پسند اور ناپسند مختلف ہے۔ ہمارے مزاج و طبیعت میں فرق ہے۔ اور اِسی لئے جب بھی ہم دُوسرے لوگوں سے ملتے ہیں تو بدمزگی اور تلخی کا خطرہ موجود رہتا ہے۔ مسیح کے پیروکاروں کو بھی اُنہی مشکلات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے جن سے دُوسرے لوگ گزرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صِرف دُوسرے لوگوں ہی سے نہیں بلکہ اپنے با اِیمان بھائیوں سے بھی تعلقات رکھنے میں اُنہیں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گو یہ مشکل نظر آتا ہے، لیکن ہر مسیحی کو سب کے ساتھ صلح اور محبّت سے رہنا چاہیے۔ اِسی کی روشنی میں پطرسؔ رسُول اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۳ باب میں بیویوں اور شوہروں کو مناسب رویہ اِختیار کرنے کے لِئے ہدایات دیتا ہے۔ اگر خاندان کے افراد کے ساتھ بہتر رویہ رکھنے کے لِئے یہ ہدایات نہایت ضرُوری ہیں تو خاندان سے باہر دُوسرے با اِیمان بہن بھائیوں سے تعلقات رکھنے کے لِئے یہ ہدایات اُس سے بھی کہیں اہم و ضرُوری ہیں۔

آٹھ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ”غرض سب کے سب یک دِل اور ہمدرد رہو۔ برادرانہ محبّت رکھو۔ نرم دِل اور فروتن بنو۔“ (۱۔پطرس ۸:۳)

وہ یونؔانی لفظ جس کا ترجمہ ”یک دِل“ کِیا گیا ہے اُس کا مطلب ہے ”ہم خیال۔“ کیا اِس کا یہ مطلب ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو بالکل ایک جیسا ہونا چاہیے؟ کیا وہ اپنی اِنفرادی حیثیت کو ختم کر دیں؟ ہرگز نہیں۔ چار باب میں پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو خُدا نے مختلف رُوحانی نعمتیں بخشی ہیں۔ ہر کِسی کے پاس ایک جیسی نعمت نہیں، اور خُدا کی خدمت کے لِئے مختلف نعمتیں مختلف طرح سے اِستعمال ہوتی ہیں۔ اِس سے ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کی پیروی کرنے سے اپنی اِنفرادی حیثیت نہیں ختم ہو جاتی بلکہ ہماری مختلف شخصیتیں مِل کر اِلٰہی مقصد کو پورا کرتی ہیں۔ تو پطرسؔ رسُول کا کیا مطلب ہے جب وہ پڑھنے والوں کو زور دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ”یک دِل“ رہو؟ جیسا کہ وہ پہلے بھی اپنے خط میں کہہ چُکا ہے، مسیح کے پیروکاروں کا مسیح کے بارے میں، گُناہ کے بارے میں اور پُر جلال مستقبل کے لِئے ایک جیسا نظریہ ہونا چاہیے۔ جب سب اِیماندار اِن باتوں پر باہم مُتفق ہوتے ہیں تو پھر اُن کے لِئے ایک دُوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اِس آیت کے اگلے حِصّے کی وضاحت کرنا زیادہ ضرُوری نہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ ہمدرد ہونے، برادرانہ محبّت رکھنے، نرم دِل اور فروتن ہونے سے کیا مطلب ہے۔ اِس کو سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہے، لیکن پطرسؔ رسُول کے کہنے کے مطابق کرنے میں مشکل ضرُور ہے۔ لیکن اِس سے ایک اَور سوال ذہن میں

اُبھرتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر مسیح کا ہر پیروکار پطرسؔ رسُول کی ہدایات پر عمل کرے تو تکلیفوں اور پریشانیوں کا موقع ہی نہ رہے گا۔ اور اگر تکلیفیں اور پریشانیاں آئیں گی بھی تو اُن پر بڑی جلدی قابو پا لیا جائے گا۔ لیکن مسیح کے پیروکار بھی کمزوریوں سے خالی نہیں ہیں۔ وہ بھی بعض اوقات آزمائش میں پھنس جاتے ہیں۔ تو پھر ہمارا ردِعمل کیا ہونا چاہیے جب ہمارے اپنے ہی دینی بھائی یا بہن نے ہمارے خلاف بُرا کام کِیا ہو؟ پطرسؔ رسُول اِس سوال کا جواب آیت ۹ میں دیتے ہوئے لکھتا ہے، ''بدی کے عوض بدی نہ کرو اور گالی کے بدلے گالی نہ دو بلکہ اِس کے برعکس برکت چاہو کیونکہ تُم برکت کے وارِث ہونے کے لِئے بُلائے گئے ہو۔''

ایسا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ بدلہ لینا اور اِنصاف کو اپنے ہاتھ میں لینا قدرتی بات ہے۔ کیا ہم اپنے احساسات کو ایک طرف رکھ کر تابعداری سے کام لینا چاہتے ہیں؟ بہت سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسیح کی خاطر اپنی جان بھی قُربان کر دیں گے، لیکن وہ مسیح کی اِس ہدایت پر عمل نہیں کرنا چاہتے جو اُس نے اپنے بندے پطرسؔ کے ذریعہ دی ہے۔ مسیح کی خاطر جان دے دینا واقعی بہت اعلیٰ بات ہے، مگر وہ ہماری جان سے بڑھ کر ہمارا تابعدار دِل چاہتا ہے۔ جیسا کہ سیموئیل نبی نے ساؤل بادشاہ سے کہا، ''۔۔۔کیا خُداوند سُوختنی قُربانیوں اور ذبیحوں سے اِتنا ہی خوش ہوتا ہے جتنا اِس بات سے کہ خُداوند کا حُکم مانا جائے؟ دیکھ فرمانبرداری قربانی سے اور بات ماننا مینڈھوں کی چربی سے بہتر ہے۔ کیونکہ بغاوت اور جادوگری برابر ہیں اور سرکشی ایسی ہی ہے جیسی مُورتوں

اور بُتوں کی پرستش۔۔۔'' (۱۔سیموئیل ۱۵: ۲۲۔۲۳) جب ہم پطرسؔ رسُول کی ہدایت کا اِنکار کریں گے تو ظاہر ہے کہ خُدا کے لِئے اپنے پیار کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہوتے بلکہ گھمنڈ و غرور سے کام لے رہے ہوتے ہیں۔

پطرسؔ رسُول لکھتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ وہ بدی کے عوض بدی نہ کریں اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ''برکت کے وارِث ہونے کے لِئے بُلائے گئے'' ہیں۔ یہ چوتھی مرتبہ ہے کہ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار بُلائے گئے ہیں (دیکھئے ۱۔پطرس ۱: ۱۵، ۲: ۹، ۲: ۲۱)۔ ہمیں یاد دِلایا گیا ہے کہ یہ ہم نہیں تھے جو خُدا تک پہنچے بلکہ خُدا تھا جس نے ہم تک پہنچ کر نجات کا کام شروع کِیا۔ جیسا کہ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''محبّت اِس میں نہیں کہ ہم نے خُدا سے محبّت کی بلکہ اِس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبّت کی اور ہمارے گُناہوں کے کفارہ کے لِئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔'' (۱۔یُوحنّا ۴: ۱۰) اِسی طرح مسیح کے پیروکاروں کو بھی چاہیے کہ اپنے ساتھ بدی کرنے والوں کی طرف پیار و محبّت کا ہاتھ بڑھائیں۔

پطرسؔ رسُول کے الفاظ ہمیں وہ وعدہ بھی یاد دِلاتے ہیں جو خُدا نے ابراہامؔ سے کِیا۔ ''۔۔۔مَیں تُجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا۔ سو تُو باعثِ برکت ہو۔۔۔'' (پیدائش ۱۲: ۲) یہ بالکل مناسب بات ہے کہ وہ لوگ جن کا خُدا پر اِیمان ویسا ہی ہے جیسا ابراہامؔ کا تھا، اور جو اُن وعدوں میں شریک ہیں جو خُدا نے ابراہامؔ سے کِئے کہ وہ بھی برکت کا باعث ہوں۔

زبُور ۳۴ کی ۱۲ سے ۱۶ آیت کے حوالے سے پطرسؔ رسُول مسیح کے پیروکاروں کو پھر ہدایات دیتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ایک دُوسرے کے ساتھ صُلح و محبّت سے رہیں اور بدی کے عوض برکت چاہیں، لکھا ہے، ''چنانچہ جو کوئی زندگی سے خوش ہونا اور اچھے دِن دیکھنا چاہے، وہ زبان کو بدی سے اور ہونٹوں کو مکر کی بات کہنے سے باز رکھے۔ بدی سے کنارہ کرے اور نیکی کو عمل میں لائے۔ صُلح کا طالب ہو اور اُس کی کوشش میں رہے کیونکہ خُداوند کی نظر راستبازوں کی طرف ہے اور اُس کے کان اُن کی دُعا پر لگے ہیں مگر بدکار خُداوند کی نگاہ میں ہیں۔'' (۱-پطرس ۳:۱۰-۱۲)

زبُور کی کتاب کا یہ بیان پطرسؔ رسُول کے حُکم و ہدایت کو قواعد و ضوابط کے رنگ میں ڈھال دیتا ہے۔ سب سے پہلے تو وہ اُس مقصد کو واضح کرتا ہے جو ہم سب چاہتے ہیں یعنی اپنی زندگی سے خوش ہوں اور اچھے دِن دیکھیں۔ آگے چل کر وہ ہمیں خاص طور پر ۳ ایسی باتیں بتاتا ہے جن پرعمل کر کے ہم اپنے اِس مقصد کو پا سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اپنی زبان کو بدی سے باز رکھیں، دُوسرا یہ کہ اپنے ہونٹوں کو مکر کی بات سے باز رکھیں، اور تیسرا یہ کہ بدی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف آئیں۔ یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ بائبل مُقدس کی زبان کے مطابق یہ جُملہ کہ ''بدی سے کنارہ کرے اور نیکی کو عمل میں لائے'' توبہ کرنے کا ایک بیان ہے۔ اِن تمام باتوں پرعمل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم صُلح کے طالب ہوں۔ اور پھر اُس رویے کا ذکر ہے جس کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا ہے، یعنی ہمارا رویہ ایک راستباز والا ہونا چاہیے۔ اور آخر میں اِس کا نتیجہ یہ نکلتا

ہے کہ خُدا، مسیح کے اُن پیروکاروں کی دُعا و فریاد سُنتا ہے جو پطرسؔ رسُول کے حکم کی دِل سے تابعداری کرتے ہیں۔ ۳ باب کی ۷ آیت میں پطرسؔ واضح کرتا ہے کہ وہ مسِیحی شوہر جو اپنی بیوی کے ساتھ عزّت و احترام سے پیش نہیں آتا، اُس کی دُعائیں رُک جاتی ہیں۔ اور یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسیح کے پیروکار ایک دُوسرے کے ساتھ محبّت پیار سے نہیں رہتے اور اگر دُوسرے اِیماندار بھائی بہنوں سے بُرا سُلوک کرتے ہیں تو خُدا اُن کی دُعائیں نہیں سُنتا۔ مسیح کے ہر پیروکار کے لِئے نہایت ضرُوری ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہ جب کوئی ہمارا اِیماندار بھائی ہمارے ساتھ بُرا سُلوک کرے تو کیا ہمیں حالات کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی دُعاؤں کا جواب روک لینا چاہیے؟ یا ہم بڑی حلیمی اور فروتنی سے پطرسؔ رسُول کی ہدایت پر عمل کرتے ہُوئے بدی کے عوض برکت چاہیں اور نتیجہ میں خُدا کی برکات حاصل کریں؟

اِکیسواں باب

مسیح کو خُداوند جان کر

(۱-پطرس ۳:۱۳-۱۶)

پطرسؔ رسُول نے اپنا یہ پہلا اِلہامی خط مسیح کے اُن پیروکاروں کو لکھا ہے جو ظلم و ستم کے سائے تلے زندگی گزار رہے ہیں۔ جب بھی ہم ظلم و ستم سہہ رہے یا دُکھ اُٹھا رہے ہوں تو ہمیں سمجھنے کی ضرُورت ہے یہ سب کچھ ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ پطرسؔ رسُول اِس سوال کا جواب باب ۳ کی آیت ۱۳ میں دیتے ہُوئے کہتا ہے، ''اگر تُم نیکی کرنے میں سرگرم ہو تو تُم سے بدی کرنے والا کون ہے؟'' اِس سے کم از کم یہ اشارہ ملتا ہے کہ پطرسؔ رسُول جن لوگوں کے نام یہ اِلہامی خط لکھ رہا ہے اُن پر صِرف مسِیحی ہونے کی بِنا پر ظلم و ستم نہیں کِیا جا رہا تھا بلکہ ممکن ہے کہ اُنہوں نے کوئی غلط کام کِیا ہو یا وہ جان بوجھکر اعلیٰ افسران اور اِختیار والوں کو تنگ کر رہے ہوں۔ اور یہ بات مزید کھل کر سامنے آ جاتی جب ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اُردو ترجمے میں یونؔانی لفظ ''زیلوتےؔ'' کے لِئے لفظ ''سرگرم'' اِستعمال ہُوا ہے۔ پطرسؔ رسُول کے اِستعمال کِئے ہُوئے اِس لفظ کا ہُو بہُو لفظی ترجمہ کچھ ایسے ہو گا، ''اگر تم نیکی کرنے میں زیلوؔتی بنے تو تمہارا نقصان کرنے والا کون ہے؟'' لیکن سوال یہ ہے کہ ''زیلوؔتی'' کون ہیں؟

یہ اِنتہا پسندوں کا وہ گروپ تھا جنہوں نے یہُودیوؔں کو رُومیؔ حکُومت کے ہاتھ سے آزاد کروانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ اُنہوں نے ۶۶ بعد از مسیح میں رُومؔ کے خلاف بغاوت کر دی جو ۷۰ بعد از مسیح میں یروشلیم کی تباہی و بربادی پر عروج کو پہنچی۔ یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہے کہ مسیح کا ایک شاگرد شمعوؔن زیلوتیس مسیح کا پیروکار بننے سے پہلے اِس اِنتہا پسند گروہ کا ممبر تھا۔ مگر مسیح نے اُسے ایک تشدد پسند اِنسان سے جو اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لِئے جان تک دینے کو تیار تھا، ایک ایسے پُرامن اِنسان میں تبدیل کر دیا جس نے بعد میں مسیح کے پیار، معافی اور صُلح سے بھرپور پیغام کا پرچار کرتے ہوئے اپنی جان دے دی۔ ہر وہ آدمی جو مسیح کا پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اُسے اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ کیا مسیح نے اُسے اِسی طرح سے تبدیل کِیا ہے یا نہیں؟ ہمارے لِئے سب سے ضرُوری چیز کیا ہے؟ کیا ہم صِرف اپنی سیاسی وفاداریوں میں سرگرم ہیں یا نیکی کرنے میں بھی سرگرم ہیں؟ باب ۲ کی ۱۳ سے ۱۷ آیت میں پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں کو پہلے ہی بتا چُکا ہے کہ وہ نہایت عزّت کے ساتھ اپنے آپ کو حکومتی اِنتظام کے تابع کر دیں اور حُکمران کی عزّت و احترام کریں، لیکن باب ۳ کی ۱۳ آیت میں وہ مسیح کے پیروکاروں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ سوچیں کہ کہیں اُن کا دُکھ اُٹھانا اُن کے اپنے فعل و عمل کے سبب سے تو نہیں؟

لیکن سارے دُکھ ہمارے غلط کاموں کے سبب سے نہیں ہوتے۔ بہت سے ایسے ہیں جو اچھے اور نیک کام کر کے بھی دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ کیا اِس کا

مطلب یہ ہے کہ خُدا نے اُنہیں بُھلا دیا ہے یا وہ اُن سے ناراض ہے؟ ایسا ہرگز نہیں! پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار بے اِنصافی سے ڈھائے جانے والے ظلم و ستم سہہ کر بھی مُبارک ہیں۔ آیت ۱۴ میں وہ لکھتا ہے، ''اور اگر راستبازی کی خاطر دُکھ سہو بھی تو تُم مُبارک ہو۔۔۔'' یہ الفاظ مسیح کے اُس مشہور وعظ کی یاد دِلاتے ہیں جو اُس نے پہاڑ پر دیا، ''مُبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی اُن ہی کی ہے۔ جب میرے سبب سے لوگ تُم کو لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بُری باتیں تُمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تُم مُبارک ہو گے۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تُمہارا اجر بڑا ہے، اِس لِئے کہ لوگوں نے اُن نبیوں کو بھی جو تُم سے پہلے تھے اِسی طرح سے ستایا تھا۔'' (متّی ۵:۱۰-۱۲)

جب کوئی ظلم و ستم سہہ رہا ہوتا ہے تو اُن کے کان افواہوں پر جلدی لگ جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہر کوئی اُن کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ لیکن پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''۔۔۔نہ اُن کے ڈرانے سے ڈرو اور نہ گھبراؤ۔'' (۱-پطرس ۳:۱۴) اِس آیت کا بیان یسعیاہؔ نبی کی کتاب کے ۸ باب کی آیت ۱۲ کے حصّے سے ہے۔ اگر ہم پوری ۱۲ آیت پر غور کریں تو لکھا ہے، ''تُم اُس سب کو جِسے یہ لوگ سازش کہتے ہیں، سازش نہ کہو اور جس سے وہ ڈرتے ہیں تُم نہ ڈرو اور نہ گھبراؤ۔''

اِس سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ اکثر ہمارا ڈر خوف بے بُنیاد ہوتا ہے۔ وہ حالات جو دُکھ اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں ہر دفعہ مسیح کے پیروکاروں کو کِسی

منصوبے یا سازش کے تحت پھنسا کر تباہ و برباد کرنے کے لِئے نہیں ہوتے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہمیں خوف نہیں کرنا چاہیے اَور بات ہے اور خوف کو بالکل ختم کر دینا اَور بات۔ اپنے اِیمان کے باعث دُکھ اُٹھانے کے خوف پر قابو پانے کا راز کیا ہے؟ یسعیاؔہ نبی اور پطرسؔ رسُول دونوں اِس کا جواب دیتے ہیں۔ یسعیاؔہ نبی آیت ۱۳ میں لکھتا ہے، ''تُم ربّ اُلافواج ہی کو مُقدس جانو اور اُسی سے ڈرو اور اُسی سے خائف رہو۔'' پطرسؔ رسُول آیت ۱۵ میں لکھتا ہے، ''بلکہ مسیح کو خُداوند جان کر اپنے دِلوں میں مُقدس سمجھو۔۔۔'' اِن آیات سے ہم کم از کم دو باتیں سیکھتے ہیں۔ پہلی یہ کہ جتنا زیادہ ہم اپنے دِل میں مسیح کو جگہ دیں گے اُتنا ہی کم مستقبل کا خوف ہمارے دِلوں میں ہو گا اور اُتنی ہی کم فکر ہو گی کہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ جب ہم اِن آیات کا آپس میں مقابلہ کریں تو معلوم ہو گا کہ مسیح کا دُوسرا نام ربّ اُلافواج ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ وہ ''فوجوں کا خُدا'' ہے۔ مسیح خود اُن سے لڑے گا جو اُس کے پیروکاروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

مسیح کے پیروکاروں کو ''مسیح کو خُداوند جان کر اپنے دِلوں میں مُقدس سمجھنے'' کی ایک اَور وجہ بھی ہے۔ آیت ۱۵ کے دُوسرے حِصّے میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''۔۔۔اور جو کوئی تُم سے تُمہاری اُمید کی وجہ دریافت کرے اُس کو جواب دینے کے لِئے ہر وقت مُستعد رہو مگر حلم اور خوف کے ساتھ۔'' ایک مسِیحی صِرف اُس وقت ہی اپنے اِیمان کے بارے میں سوالوں کا جواب دے سکتا ہے جب اُس نے اپنا دِل پُورے طور پر مسیح کو دِیا ہو۔ پطرسؔ رسُول نے جو لفظ

اِستعمال کِیا ہے اور جس کا ترجمہ ''جواب دینے'' کِیا گیا ہے اُس کا مطلب ہے ''لفظی دفاع کرنا۔'' یہ لفظ اِنجیلِ مُقدس میں کئی مرتبہ اِستعمال ہُوا ہے۔ کئی جگہ یہ لفظ صِرف سوال کا جواب دینے کے واسطے ہی نہیں ہُوا بلکہ عدالتی کاروائی میں کِسی کا دفاع کرنے کے لِئے بھی اِستعمال ہُوا ہے۔ مثال کے طور پر مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا، ''۔۔۔جب وہ تُم کو عبادت خانوں میں اور حاکموں اور اِختیار والوں کے پاس لے جائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کِس طرح یا کیا جواب دیں یا کیا کہیں، کیونکہ رُوح اُلقُدس اُسی گھڑی تمہیں سکھا دے گا کہ کیا کہنا چاہیے۔'' (لُوقا ۱۲: ۱۱-۱۲)

اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی آیت ۱۰ سے ۱۲ میں پطرسؔ رسُول، رُوح اُلقُدس کو ''مسیح کا رُوح'' کہتا ہے۔ مسیح خود اُن کا دفاع کرتا ہے جنہوں نے اُسے ''خُداوند جان کر اپنے دِلوں میں مُقدس سمجھ رکھا ہے۔''

ہمارا اُردو ترجمہ کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ تنقید کرنے والوں کو خوف کے ساتھ جواب دیں۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ پطرسؔ رسُول، یسعیاہؔ نبی کے صحیفے سے بیان کرتے ہُوئے واضح طور پر کہتا ہے کہ مسیحیوں کو خوف نہیں کرنا چاہیے؟ اگر پطرسؔ رسُول یہ کہنا چاہتا ہے کہ خُدا کے سامنے ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے تو پھر عزّت و تقدس کے طور پر لفظ خوف بالکل مناسب ترجمہ کِیا گیا ہے۔ دُوسری طرف یہ بھی ممکن ہے کہ پطرسؔ اُس رویے کی بابت کہہ رہا ہو جو مسیح کے پیروکار کو سوال کرنے والوں کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ اگر ایسا ہو تو پھر پطرسؔ رسُول کے اِستعمال کئے ہوئے الفاظ کا ترجمہ ''مگر حِلم اور

ایسا ہو تو پھر پطرسؔ رسُول کے اِستعمال کئے ہوئے الفاظ کا ترجمہ "مگر حِلم اور عزّت کے ساتھ" بالکل مُناسب ہے۔

آیت ۱۶ میں پطرسؔ رسُول کہتا ہے، "اور نیت بھی نیک رکھو تاکہ جن باتوں میں تُمہاری بدگوئی ہوتی ہے اُن ہی میں لوگ شرمندہ ہوں جو تُمہارے مسیحی نیک چال چلن پر لعن طعن کرتے ہیں۔" مسیح کے پیروکار کا کام نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والوں کو گستاخی سے جواب دے بلکہ اپنے اچھے چال چلن کو موقع دے تاکہ ہر الزام جھوٹا ٹھہرے۔ لعن طعن کرنے والوں کو ہرانا مقصد نہیں بلکہ اگر ممکن ہو تو اُنہیں مسیح کے لِئے جیتنا ہے تاکہ وہ بھی مسیح کی محبّت اور معافی کا تجربہ حاصل کریں۔ جیسا کہ پَولُسؔ رسُول جب عدالتی کارروائی کے لِئے اگرِپّاؔ بادشاہ کے سامنے حاضر ہُوا تو اُس نے کہا "۔۔۔میں تو خُدا سے چاہتا ہُوں کہ تھوڑی نصیحت سے یا بہت سے صِرف تُو ہی نہیں بلکہ جتنے لوگ آج میری سُنتے ہیں میری مانند ہو جائیں، سِوا اِن زنجیروں کے۔" (اعمال ۲۶:۲۹)

بائیسواں باب

دُکھ سہنے کا مقصد اور نجات کی کارروائی

(۱-پطرس ۳:۱۷-۲۲)

ہم دُکھ کیوں اُٹھاتے ہیں؟ پطرسؔ رسُول اِس کی ۳ وجُوہات بتاتا ہے۔ پہلی یہ کہ دُکھ سہنا شائد ہماری ہی کِسی غلطی کا نتیجہ ہو۔ اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۳ باب کی ۱۷ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''کیونکہ اگر خُدا کی یہی مرضی ہو کہ تُم نیکی کرنے کے سبب سے دُکھ اُٹھاؤ تو یہ بدی کرنے کے سبب سے دُکھ اُٹھانے سے بہتر ہے۔''

اِس سے ہم دیکھتے ہیں کہ سارے دُکھ خُدا کی طرف سے نہیں ہوتے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غلط کام ہم خود کرتے ہیں اور انجام کا الزام خُدا پر لگا دیتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوال پوچھنے کی ضرُورت ہے کہ ''یہ دُکھ جو میں سہہ رہا ہُوں کہیں میرے ہی غلط کاموں کا نتیجہ تو نہیں؟''

لیکن دُکھ سہنے کی دُوسری وجہ یا سبب بھی ہے۔ شائد ہمارے لِئے دُکھ اُٹھانا ضرُوری ہے تاکہ ہماری تکلیف سے کِسی اَور کو خُدا کے ساتھ ٹُوٹا ہُوا رشتہ جوڑنے کا موقع مِل سکے۔ اپنے اِس بیان کو واضح کرنے کے لئے پطرسؔ رسُول ہمارے سامنے مسیح کی مثال پیش کرتا ہے۔ آیت ۱۸ میں وہ لکھتا ہے، ''اِس لِئے

کہ مسیح نے بھی یعنی راستباز نے ناراستوں کے لِئے گُناہوں کے باعث ایک بار دُکھ اُٹھایا تاکہ ہم کو خُدا کے پاس پہنچائے۔۔۔''

جس طرح مسیح نے دُکھ اُٹھایا تاکہ اُن کے لِئے نجات کا باعث بنے جو اُس پر اِیمان رکھتے ہیں، اُسی طرح مسیح کے پیروکاروں کے لِئے بھی ضرُوری ہے کہ وہ دُکھ اُٹھائیں تاکہ نجات کا پیغام اُن تک پہنچائیں جو ابھی تک اِیمان نہیں لائے۔ پَولُسؔ رسُول اِس بارے میں لکھتا ہے، ''۔۔۔سب چیزیں خُدا کی طرف سے ہیں جس نے مسیح کے وسیلہ سے اپنے ساتھ ہمارا میل مِلاپ کر لیا اور میل مِلاپ کی خدمت ہمارے سُپرد کی۔ مطلب یہ ہے کہ خُدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل مِلاپ کر لیا اور اُن کی تقصیروں کو اُن کے ذمہ نہ لگایا اور اُس نے میل مِلاپ کا پیغام ہمیں سَونپ دیا ہے۔ پس ہم مسیح کے ایلچی ہیں۔ گویا ہمارے وسیلہ سے خُدا اِلتماس کرتا ہے۔ ہم مسیح کی طرف سے مِنّت کرتے ہیں کہ خُدا سے میل مِلاپ کر لو۔'' (۲-کُرِنتھِیوں ۵:۱۸-۲۰)

پطرسؔ رسُول دُکھ اٹھانے کی تیسری وجہ بیان کرنے سے پہلے نجات حاصل کرنے کا طریقۂ کار واضح کرتا ہے۔ آیت ۱۸ سے ۲۱ میں وہ مسیح کے بارے میں لکھتا ہے، ''۔۔۔وہ جسم کے اعتبار سے تو مارا گیا لیکن رُوح کے اعتبار سے زندہ کِیا گیا۔ اِسی میں اُس نے جا کر اُن قیدی رُوحوں میں مُنادی کی جو اُس اگلے زمانہ میں نافرمان تھیں جب خُدا، نُوحؔ کے وقت میں تحمّل کر کے ٹھہرا رہا تھا اور وہ کشتی تیار ہو رہی تھی جس پر سوار ہو کر تھوڑے سے آدمی یعنی آٹھ جانیں پانی کے وسیلہ سے بچیں۔ اور اُسی پانی کا مُشابہ بھی یعنی بپتسمہ یِسُوعؔ مسیح

کے جی اُٹھنے کے وسیلہ سے اب تُمہیں بچاتا ہے۔ اُس سے جسم کی نجاست کا دُور کرنا مُراد نہیں بلکہ خالص نیت سے خُدا کا طالب ہونا مُراد ہے۔"

یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہے کہ حضرت نُوحؔ کے زمانے میں اور آج بھی نجات کی ضرُورت بنی نوع اِنسان کی نافرمانبرداری کا سبب ہے۔ حضرت نُوحؔ کے زمانے کی وضاحت کرتے ہوئے پاک صحائف کہتے ہیں، "اور خُداوند نے دیکھا کہ زمین پر اِنسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اُس کے دِل کے تصوّر اور خیال سدا بُرے ہی ہوتے ہیں۔" (پَیدائش ۵:۶) اور اِن دِنوں کے بارے میں جن میں ہم رہ رہے ہیں خُدا کا کلام کہتا ہے، "کیونکہ خُدا کا غضب اُن آدمیوں کی تمام بے دینی اور ناراستی پر آسمان سے ظاہر ہوتا ہے جو حق کو ناراستی سے دبائے رکھتے ہیں۔" (رُومِیوں ۱:۱۸)

اِنسان کی نافرمانبرداری نہ صِرف نجات کو ضرُوری بناتی ہے بلکہ نافرمانبرداری نجات پانے سے بھی رُوکتی ہے۔ حضرت نُوحؔ سمیت صِرف آٹھ آدمی تھے جو حُکم کی تابعداری کرتے ہوئے کشتی میں داخل ہوئے اور سیلاب و طوفان کی تباہ کاریوں سے بچ گئے۔ آج صِرف وہی عذابِ الٰہی سے بچ سکتے ہیں جو مسیح کی تابعداری کریں گے۔ پطرسؔ رسُول اِس بارے میں لکھتا ہے، "۔۔۔خُدا نُوحؔ کے وقت میں تحمل کر کے ٹھہرا رہا تھا۔۔۔" (۱-پطرس ۳:۲۰)

خُدا کا کلام ہمیں بتاتا ہے کہ خُدا نے ۱۲۰ سال تک اِنتظار کرنے کے بعد سیلاب و طوفان بھیجا (دیکھئے پیدائش ۶:۳)۔ اِسی طرح خُدا آج بھی اِنتظار کر رہا ہے کہ لوگ گُناہوں سے معافی پا کر عذابِ اِلٰہی سے بچ جائیں۔ اپنے

دُوسرے اِلہامی خط میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، خُدا ''۔۔۔تُمہارے بارے میں تحمل کرتا ہے اِس لِئے کہ کِسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے۔'' (۲-پطرس ۹:۳) ہم میں سے ہر ایک پوچھنے کی ضرُورت ہے کہ کیا ہم خُدا کے تحمل کے بارے میں صِرف تکبر ہی کر رہے ہیں یا مسیح کی تابعداری کر رہے ہیں؟

پطرسؔ رسُول کا کیا مطلب ہے جب وہ کہتا ہے کہ مسیح ''۔۔۔نے جا کر اُن قیدی رُوحوں میں مُنادی کی، جو اُس اگلے زمانہ میں نافرمان تھیں۔۔۔''؟ (۱-پطرس ۱۹:۳-۲۰) کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ مسیح صلیب پر وفات کے بعد دوزخ میں چلے گئے اور اپنے مُردوں میں سے جی اُٹھنے تک وہیں سزا پانے والی رُوحوں میں منادی کرتے رہے۔ لیکن اِس سے کہیں بہتر وضاحت بھی ہے۔ پہلے باب کی ۱۰ سے ۱۲ آیت میں پطرسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ مسیح کا رُوح نبیوں میں تھا اور اُسی نے اُنہیں پیغام سُنانے کے لِئے مائل کِیا۔ جب حضرت نُوحؔ اپنے زمانے کے لوگوں سے مخاطب ہُوئے تو اُن کے الفاظ مسیح کے الفاظ تھے۔ وہ سزا پانے کے حق دار اِس لِئے ٹھہرائے گئے کیونکہ اُنہوں نے مسیح کے پیغام کو جو حضرت نُوحؔ پر نازل ہُوا رد کِیا۔ اگر مسیح کے پیغام کو رد کریں گے تو ہم بھی سزا پائیں گے۔

پطرسؔ رسُول کے اِس بیان سے ہم نجات کے بارے میں یہ باتیں سیکھ سکتے ہیں:

۱) نجات دینے سے پہلے، لازم ہے کہ نجات کا کوئی ذریعہ یا راستہ بھی ہو۔ حضرت نُوحؔ سیلاب و طوفان کے زور سے کبھی نہ بچتا اگر پہلے وہ کشتی تیار نہ کرتا۔ اِسی طرح مسیح کی مَوت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنا وہ ذریعہ اور راستہ ہے جس کے وسیلے سے ہم گُناہ سے نجات پاتے ہیں۔

۲) جو نجات پاتے ہیں اُن کا اِتنا اِیمان ہونا ضرُوری ہے جو تابعداری کرنے کا سبب بنے۔ حضرت نُوحؔ کے پیغام پر جو اِیمان لائے کہ سیلاب و طوفان آ رہا ہے صِرف اُنہی نے تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کشتی میں جانا قبول کِیا۔ جو مسیح کے پیغام پر اِیمان لائیں گے صِرف وہی تابعداری بھی کریں گے۔

۳) نجات پانے کا کوئی وسیلہ ضرُور ہونا چاہیے۔ حضرت نُوحؔ کے زمانے میں پانی نہ صِرف زمین پر تباہی و بربادی لایا بلکہ اُس نے کشتی کو سیلاب سے اُوپر اُٹھا دیا۔ اِسی طرح بپتسمہ کا پانی وہ وسیلہ ہے جس کی بدولت خُدا گُناہگار اِنسان کو نئی رُوحانی زندگی بخشتا ہے۔ پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''کیا تُم نہیں جانتے کہ ہم جتنوں نے مسیح یسُوعؔ میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا؟ پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اُس کے ساتھ دفن ہُوئے تاکہ جس طرح مسیح، باپ کے جلال کے وسیلہ سے مُردوں میں سے جلایا گیا اُسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں۔'' (رُومیوں ۶:۳-۴)

بہت سے ایسے ہیں جو اِس تصوّر کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ بپتسمہ ہماری نجات کے لِئے ضرُوری نہیں ہے۔ لیکن اِس مسئلے پر پطرسؔ رسُول اور پولُسؔ رسُول سے بحث کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں؟ ہم کون ہوتے ہیں اُس طریقہء کار کو نہ ماننے والے جو ہمارے نجات دہندے نے ہمیں بچانے کے لِئے چُنا ہے؟ ہمارا کوئی حق نہیں بنتا کہ مسیح سے بحث کریں بلکہ ہمیں چاہیے کہ حلیمی اور تابعداری سے نجات قبول کر لیں۔

۴) نجات مستقبل کی طرف دیکھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک دم فائدہ دینا بھی شروع کر دیتی ہے۔ پطرسؔ رسُول کے اندازِ بیان کا جو ترجمہ کِیا گیا ہے ''خالص نیت سے خُدا کا طالب ہونا '' اُس کا مطلب کچھ غیر واضح ہے۔ ہاں، البتہ ایک بات صاف نظر آتی ہے کہ خُدا اُنہیں جو مسیح میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیتے ہیں خالص نیت بخشتا ہے۔

۵) اگر مسیح مُردوں میں سے نہ جی اُٹھتا تو گُناہوں سے نجات پانا ناممکن ہوتا۔ پولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو تُمہارا اِیمان بیفائدہ ہے۔ تُم اب تک اپنے گُناہوں میں گرفتار ہو۔'' (۱۔کُرِنتھِیوں ۱۵:۱۷)

مسیح کے دُکھ اُٹھانے کے سبب سے ہماری نجات ممکن ہوئی۔ لیکن اِس کے ساتھ اُس کو ایک اِنعام بھی مِلا۔ آیت ۲۲ میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''وہ آسمان پر جا کر خُدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے اور فرشتے اور اِختیارات اور قدرتیں اُس کے تابع کی گئی ہیں۔''

تیئسواں باب

گُناہ سے فراغت

(۱-پطرس ۴:۱-۶)

یہ حقیقت ہے کہ زندگی میں لوگ دُکھ تکلیف سہتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں؟ اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۳ باب میں پطرسؔ رسُول، مسیح کے پیروکاروں کو یاد دِلاتا ہے کہ وہ دُکھ تکلیف کا سامنا ممکن ہے اپنی غلطیوں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ دُکھ تکلیف کا کوئی مطلب اور مقصد ہو۔ پطرسؔ رسُول، مسیح کی مثال دیتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ شائد کِسی کو خُدا کے پاس لانے کے لِئے دُکھ اُٹھانا ضرُوری ہوتا ہے۔ معصوم و بے گُناہ مسیح نے ہمارے گُناہوں کی خاطر جان قُربان کی تا کہ ہم گُناہوں سے چھٹکارا پائیں۔

اِس سے ہم ایک اَور اہم سچائی کی سمجھ حاصل کرتے ہیں۔ خُدا اکثر اُسی چیز کو ہماری نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ بناتا ہے جو تباہی و بربادی کا سبب ہوتی ہے۔ مسیح نے اپنی جان دے دی تا کہ ہم زندگی پائیں۔ پطرسؔ رسُول، حضرت نُوحؔ اور بپتسمہ کی مثال بھی پیش کرتا ہے۔ پانی نے زمین کو نیست و نابود کر دیا مگر اُسی پانی نے کشتی کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچا لیا۔ جب ہم مسیح کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیتے ہیں تو ہماری پُرانی اِنسانیت تباہ و برباد

ہو جاتی ہے اور اُسی بپتسمے سے مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی طاقت کے سبب ہم نجات پاتے ہیں۔

اِسی طرح پطرسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ مسیح کے پیروکار کے لِئے دُکھ تکلیف نجات کا سبب بن سکتی ہے۔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی پہلی ۶ آیات میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''پس جبکہ مسیح نے جسم کے اعتبار سے دُکھ اُٹھایا تو تُم بھی ایسا ہی مزاج اختیار کر کے ہتھیار بند بنو، کیونکہ جس نے جسم کے اعتبار سے دُکھ اُٹھایا اُس نے گُناہ سے فراغت پائی، تاکہ آیندہ کو اپنی باقی جسمانی زندگی آدمیوں کی خواہشوں کے مطابق نہ گذارے بلکہ خُدا کی مرضی کے مطابق۔ اِس واسطے کہ غیر قوموں کی مرضی کے موافق کام کرنے اور شہوت پرستی، بُری خواہشوں، مَے خواری، ناچ رنگ، نشہ بازی اور مکرُوہ بُت پرستی میں جس قدر ہم نے پہلے وقت گذارا وہی بہت ہے۔ اِس پر وہ تعجب کرتے ہیں کہ تُم اُسی سخت بدچلنی تک اُن کا ساتھ نہیں دیتے اور لعن طعن کرتے ہیں۔ اُنہیں اُسی کو حساب دینا پڑے گا جو زندوں اور مُردوں کا اِنصاف کرنے کو تیار ہے، کیونکہ مُردوں کو بھی خوشخبری اِسی لِئے سُنائی گئی تھی کہ جسم کے لحاظ سے تو آدمیوں کے مطابق اُن کا اِنصاف ہو لیکن رُوح کے لحاظ سے خُدا کے مطابق زندہ رہیں۔''

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مسیح کے مزاج کے مطابق ہتھیار بند بنائیں۔ اُس کا مزاج کیسا تھا؟ یہ مزاج وہی تھا جس نے اُسے ہماری خاطر اپنی جان دینے پر راضی کِیا۔ پَولُسؔ رسُول، مسیح کے مزاج کی یُوں وضاحت کرتا ہے۔ ''ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یِسُوعؔ کا

بھی تھا۔ اُس نے اگرچہ خُدا کی صُورت پر تھا خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا، بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صُورت اِختیار کی اور اِنسانوں کے مشابہ ہو گیا، اور اِنسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ مَوت بلکہ صلیبی مَوت گوارا کی۔" (فِلپّیوں ۲:۵-۸) جب ہمارا مزاج مسیح کی طرح ہو گا تو پھر ہم بھی خُدا کی مرضی پوری کرنے کے لِئے دُکھ تکلیف سہنے بلکہ جان دینے تک کو تیار ہوں گے۔

لیکن اِس قِسم کا دُکھ تکلیف برداشت کرنا ہمارے لِئے کیوں ضرُوری ہے؟ پطرسؔ رسُول کا اِس سلسلے میں جواب یہ ہے کہ "جس نے جسم کے اعتبار سے دُکھ اُٹھایا اُس نے گناہ سے فراغت پائی۔" لیکن "گناہ سے فراغت پانے" کا کیا مطلب ہے؟ اِس کے دو مطلب ہیں۔ پَولُسؔ رسُول پہلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے، "ہم جو گُناہ کے اعتبار سے مَر گئے کیونکر اُس میں آیندہ کو زندگی گذاریں گے؟ ۔۔۔اِسی طرح تُم بھی اپنے آپ کو گُناہ کے اعتبار سے مُردہ مگر خُدا کے اعتبار سے مسیح یِسُوعؔ میں زندہ سمجھو۔ پس گُناہ تُمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے کہ تُم اُس کی خواہشوں کے تابع رہو۔" (رُومِیوں ۶:۲، ۱۱-۱۲)

اِس سے ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح مُردہ آدمی کا جسم کِسی چیز کا بھی جواب نہیں دے سکتا، اُسی طرح اُس شخص کو بھی جس نے اپنی زندگی مسیح کے سُپرد کر دی ہو گُناہ کی کشش و رنگینی سے مائل نہیں ہونا چاہیے۔ اُس کی طرف سے وہ مَر چُکا ہوتا ہے۔ گُناہ کا اُس پر کوئی قبضہ نہیں ہوتا۔ یہ وہ بات ہے جو غیر مسِیحی نہیں سمجھ سکتے۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ وہ "اِس پر تعجب کرتے ہیں"

جب مسیح کے پیروکار گُناہ آلودہ باتوں میں اُن کا ساتھ نہیں دیتے، اور پھر وہ اُن پر ''لعن طعن کرتے ہیں۔''

لعن طعن سے بچنے کے لِئے مسیح کے پیروکار ممکن ہے ہمت ہار جائیں اور غیر مسیحیوں کی گُناہ آلودہ باتوں میں شامل ہو جائیں۔ لیکن پطرسؔ رسُول دو وجوہات بتاتا ہے جن کی بِنا پر ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ماضی میں تھوڑا یا زیادہ جتنا بھی وقت اِن فضول باتوں میں کیوں نہ گزارا ہو، وہ بہت ہے۔ ہمارا یہی وہ رویہ ہے جس نے مسیح کی موت کو ضرُوری بنایا۔ ایک مسیحی ایسی باتوں میں پھر سے کِس طرح شامل ہو سکتا ہے جب کہ اُسے معلوم ہے کہ اِنہی گُناہ آلودہ باتوں کی وجہ سے اُس کے مالک و خُداوند مسیح نے اپنی جان قربان کر دی؟ پاک کلام میں لکھا ہے، ''کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گُناہ کریں تو گُناہوں کی کوئی اَور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہَولناک اِنتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مُخالفوں کو کھا لیگی۔'' (عِبرانیوں ۱۰:۲۶-۲۷)

دُوسری وجہ یہ ہے کہ مسیح کے پیروکار کو کِسی دباؤ میں آ کر گُناہ میں نہیں گرنا چاہیے یہ ہے کہ وہ جو اُس پر لعن طعن کر رہے ہیں اُن کو اُس ایک ہستی کے سامنے جواب دینا ہے جو زندوں اور مُردوں دونوں کی عدالت کرے گی۔ یہ عدالت کرنے والا کون ہے؟ پطرسؔ رسُول، کُرنؔیلیُس کے گھر والوں کے سامنے پیغام سُناتے ہُوئے خود کہتا ہے کہ ''۔۔۔خُدا نے یِسُوعؔ ناصری کو رُوح اُلقُدس اور قدرت سے مسَح کِیا۔۔۔ یہ وہی ہے جو خُدا کی طرف سے زندوں اور

اُلقُدس اور قدرت سے مَسح کِیا۔۔۔ یہ وہی ہے جو خُدا کی طرف سے زندوں اور مُردوں کا مُنصف مقرّر کِیا گیا۔" (اعمال ۱۰: ۳۸۔۴۲)

اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۳ باب کی ۱۵ آیت میں پطرسؔ رسُول نے واضح کِیا ہے کہ مسیح اپنے لوگوں کا دفاع کرتا ہے، اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح اُس کے لوگوں کو تنگ کرنے والوں کی عدالت کرتا ہے۔

مسیح کب تک برداشت کرتا ہے کہ ظلم و ستم ہوتا رہے؟ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح شاید اپنے پیروکاروں کو ہلاک بھی ہونے دے۔ وہ پاک کلام میں لکھتا ہے، "کیونکہ مُردوں کو بھی خوشخبری اِسی لِئے سُنائی گئی تھی کہ جسم کے لحاظ سے تو آدمیوں کے مطابق اُن کا اِنصاف ہو لیکن رُوح کے لحاظ سے خُدا کے مطابق زندہ رہیں۔" (۱۔پطرس ۴: ۶) پطرسؔ رسُول اپنے اِس بیان کا ۳ باب کی ۱۸ آیت سے مقابلہ کر رہا ہے جس میں وہ مسیح کے بارے میں پہلے ہی بتا چُکا ہے۔ وہاں لکھا ہے، "۔۔۔وہ جسم کے اعتبار سے تو مارا گیا لیکن رُوح کے اعتبار سے زندہ کِیا گیا۔"

جس طرح آدمیوں نے مسیح کو ہلاک کِیا اُسی طرح ممکن ہے کہ وہ مسیح کے پیروکاروں کو بھی ہلاک کریں۔ لیکن جس طرح خُدا کے پاک رُوح نے مسیح کو مُردوں میں سے زندہ کِیا، اُسی طرح خُدا اپنے اُن پیارے بندوں کی رُوحوں کو زندہ کرے گا جو مسیح کی پیروی کرتے ہوئے ہلاک ہو گئے۔ جیسے سمُرنہؔ کی کلِیسیا کو پیغام دیا گیا کہ "۔۔۔جان دینے تک بھی وفادار رہ تو مَیں تُجھے زندگی کا تاج دوں گا۔۔۔ جو غالب آئے اُس کو دُوسری مَوت سے نقصان نہ پہنچے گا۔"

(مُکاشفہ ۲:۱۰-۱۱) ''دُوسری موت'' کی اِصطلاح جہنم کی ابدی سزا کو ظاہر کرتی ہے۔

اور اب پطرسؔ رسُول کے اِس جملے کہ ''گناہ سے فراغت پائی'' کے دُوسرے مطلب پر غور کرتے ہیں۔ وہ شخص جو مَر جاتا ہے وہ نہ تو گُناہ کر سکتا ہے اور نہ گُناہ کی آزمائش میں گر سکتا ہے۔ ایک وجہ کہ خُدا مسیحیوں کو دُکھ تکلیف سہنے یا مَرنے بھی دیتا ہے یہ ہے کہ مسیح کے پیروکار کے لِئے گُناہ آلودہ زندگی میں گر کر اپنی نجات کھو بیٹھنے سے بہتر ہے کہ وہ مَر جائے۔

چوبیسواں باب

ظُلم سہتے ہُوئے رویہ

(۱-پطرس ۴: ۷-۱۱)

ہمارا رویہ اُس وقت کیسا ہونا چاہیے جب ہمیں دُکھ تکلیف اور مصیبتوں نے گھیر رکھا ہو؟ مصیبت میں کچھ لوگ صِرف اپنے بارے میں ہی سوچتے ہیں۔ کچھ مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لِئے شراب یا دُوسری نشہ آور چیزوں کا اِستعمال کرتے ہیں۔ لیکن پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو مصیبت میں پیار محبّت سے ایک دُوسرے کی خدمت کرنی چاہیے۔ اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۷ سے ۱۱ آیت میں وہ لکھتا ہے، ''سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے۔ پس ہوشیار رہو اور دُعا کرنے کے لِئے تیار۔ سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپس میں بڑی محبّت رکھو کیونکہ محبّت بہت سے گُناہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ بغیر بڑبڑائے آپس میں مسافر پروری کرو۔ جن کو جس جس قدر نعمت ملی ہے وہ اُسے خُدا کی مختلف نعمتوں کے اچھے مختاروں کی طرح ایک دُوسرے کی خدمت میں صرف کریں۔ اگر کوئی کچھ کہے تو ایسا کہے کہ گویا خُدا کا کلام ہے۔ اگر کوئی خدمت کرے تو اُس طاقت کے مطابق کرے جو خُدا دے تاکہ سب باتوں میں یِسُوعؔ مسیح کے وسیلہ سے خُدا کا جلال ظاہر ہو۔ جلال اور سلطنت

باتوں میں یِسُوعؔ مسیح کے وسیلہ سے خُدا کا جلال ظاہر ہو۔ جلال اور سلطنت ابدُالآباد اُسی کی ہے۔ آمین۔"

یہ بات پوری طرح واضح نہیں ہے کہ پطرسؔ رسُول کا کیا مطلب ہے جب وہ کہتا ہے کہ "سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے۔" ممکن ہے کہ اُس کا اشارہ دُنیا کے خاتمے کی طرف ہو، جب مسیح دوبارہ دُنیا میں آئے گا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اچھی طرح ذہن میں رکھنے کی ضرُورت ہے کہ پطرسؔ رسُول یہ وعدہ نہیں کر رہا ہے کہ مسیح اگلے چند دِنوں یا سالوں میں آئے گا۔ خُدا کا وقتِ مقرّرہ اِنسان کے وقت سے بہت ہی مختلف ہے۔ پطرسؔ اپنے دُوسرے اِلہامی خط میں خود کہتا ہے کہ، "اَے عزیزو! یہ خاص بات تُم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خُداوند کے نزدیک ایک دِن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دِن کے برابر۔" (۲-پطرس ۳:۸) تقریباً دو ہزار سال ہو گئے جب پطرسؔ رسُول نے یہ لکھا کہ "سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے،" اور آج بھی اُس کے اِلہامی الفاظ کی سچائی وہی ہے۔ جیسا پَولُسؔ رسُول نے لکھا، "۔۔۔اُس وقت کی نسبت اب ہماری نجات نزدیک ہے۔" (رُومیوں ۱۳:۱۱)

جب پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ "سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے" تو شائد اُس کا مطلب ہے وہ حالات جن کی وجہ سے ظُلم وستم برپا ہو رہا تھا ختم ہونے والے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے" سے پطرسؔ کا مطلب یہ ہو کہ کچھ لوگ جو اُس کا یہ اِلہامی خط پڑھ رہے ہیں ظُلم وستم سہتے ہُوئے مَر جائیں گے۔ لیکن پطرسؔ رسُول کا کوئی بھی

مطلب کیوں نہ ہو، سوال یہ ہے کہ جب خاتمہ نزدیک ہو تو مسیح کے پیروکاروں کو کیا کرنا چاہیے؟ پطرسؔ رسُول کے مطابق چار چیزیں ہیں جن پر مسیحیوں کو عمل کرنا چاہیے۔

پہلی یہ کہ وہ دُعا کریں۔ اِس آیت میں اِستعمال ہونے والا وہ لفظ جس کا ترجمہ ''تیار'' کیا گیا ہے حقیقت میں اُس کا مطلب ہے ''نشہ آور چیزوں سے آزاد۔'' تو اِس سے صاف ظاہر ہُوا کہ دُعا کرنے کے لِئے ضرُوری ہے کہ دماغ ہر بات سے پاک، ہوشیار اور پرہیزگار ہو۔ اور اگر ہمیں دُعا کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے تو ممکن ہے کہ ہم اُن چیزوں میں پھنسے ہُوئے ہیں جنہوں نے ہمارے دماغ کو بے حِس اور بے حواس کر دیا ہو۔ اگر ہم خُدا سے مدد لینا چاہتے ہیں تو ہمیں اُن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے جو مدد مانگنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

دُعا مانگنے کے ساتھ ساتھ، پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ سب سے ضرُوری چیز جس پر مسیح کے پیروکاروں کو عمل کرنا چاہیے یہ ہے کہ وہ ایک دُوسرے کے ساتھ گہری محبّت رکھیں۔ اور محبّت رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ ''محبّت بہت سے گُناہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔'' یہ نہائت اہم بات ہے کہ پطرسؔ رسُول یہ نہیں کہتا کہ خُدا اپنی محبّت کے باعث ہمارے گُناہ نظر انداز کر دے گا۔ خُدا گُناہ کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ ہاں، اُس نے ہماری خاطر مسیح یِسُوعؔ کو قُربان کر کے ہمارے گُناہوں کا فدیہ دے دیا ہے۔ پطرسؔ رسُول یہاں خُدا اور بنی نوع اِنسان کے درمیان رشتے کے بارے میں بات نہیں کر رہا بلکہ اُس رشتے کی بات کر رہا

ہے جو مسیح کے پیروکاروں کا ایک دُوسرے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محبّت بہت سے گُناہوں پر پردہ کیسے ڈالتی ہے؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ محبّت دُوسرے مسیحی میں بُرائی تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ پَولُسؔ رسُول ایسی محبّت کے بارے میں لکھتا ہے، وہ ''۔۔۔بدگمانی نہیں کرتی، بدکاری سے خوش نہیں ہوتی بلکہ راستی سے خوش ہوتی ہے۔'' (۱-کُرِنتھِیوں ۱۳:۵-۶)

اور جب محبّت کِسی میں گُناہ پا لیتی ہے تو وہ اُسے معاف کرتی ہے اور مُعاملے کو پھیلانے کی کوشش نہیں کرتی۔ امثال ۱۷ باب کی ۹ آیت میں لکھا ہے، ''جو خطا پوشی کرتا ہے دوستی کا جویان ہے، پر جو ایسی بات کو بار بار چھیڑتا ہے دوستوں میں جدائی ڈالتا ہے۔''

محبّت کوشش کرتی ہے کہ گُناہ کرنے والے کو بحال کرے۔ یُوحنّاؔ رسُول لکھتا ہے، ''اگر کوئی اپنے بھائی کو ایسا گُناہ کرتے دیکھے جس کا نتیجہ مَوت نہ ہو تو دُعا کرے۔ خُدا اُس کے وسیلہ سے زندگی بخشے گا۔۔۔'' (۱-یُوحنّا ۵:۱۶) پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ''اَے بھائیو! اگر کوئی آدمی کِسی قصور میں پکڑا بھی جائے تو تُم جو رُوحانی ہو اُس کو حِلم مزاجی سے بحال کرو اور اپنا بھی خیال رکھ، کہیں تُو بھی آزمایش میں نہ پڑ جائے۔ تُم ایک دُوسرے کا بار اٹھاؤ اور یُوں مسیح کی شرِیعت کو پُورا کرو۔'' (گلتیوں ۶:۱-۲)

کیا ہم پطرسؔ رسُول کی ہدایت پر عمل کرتے ہُوئے ایک دُوسرے سے محبّت کر رہے ہیں؟ کیا ہم اُن کو بحال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو گُناہ میں گِر چکے ہیں؟ یا ہم دُوسروں کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟

تیسری چیز جس پر عمل کرنے کی ہدایت پطرسؔ رسُول، مسیح کے پیروکاروں کو دیتا ہے یہ ہے کہ ”بغیر بڑبڑائے آپس میں مُسافر پروری کرو۔“ (۱-پطرس ۹:۴) مسافر پروری کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہم اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں کو بھول کر دُوسروں کی ضرُوریات پر توجہ دینا شروع کر دیتے ہیں۔ مسیح کے پیروکار جب اِس طرح سے ایک دُوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوتے ہیں تو دونوں طرف کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

لیکن مُسافر پروری صِرف اُنہی کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے جنہیں ہم جانتے ہیں۔ بعض اوقات خُدا اپنی برکات کِسی اجنبی کے وسیلے سے بخشتا ہے۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ”مُسافر پروری سے غافل نہ رہو کیونکہ اِسی کی وجہ سے بعض نے بے خبری میں فرشتوں کی مہمانداری کی ہے۔“ (عِبرانیوں ۲:۱۳) ہم سب کو اِس سلسلے میں اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم دُوسروں کے ساتھ مُسافر پروری کرتے ہیں؟

جب سب چیزوں کا خاتمہ نزدیک ہو تو پطرسؔ رسُول کے مطابق چوتھی چیز جس پر مسیح کے پیروکاروں کو عمل کرنا چاہیے یہ ہے کہ وہ ایک دُوسرے کی خدمت کریں۔ پطرسؔ کہتا ہے کہ خُدا نے مسیح کے ہر پیروکار کو نعمت بخشی ہے کہ وہ اُسے دُوسروں کی بھلائی و بہتری کے لِئے اِستعمال کرے۔ وہ صِرف دو کا ذکر کرتا ہے، پیغام سُنانا اور خدمت کرنا۔ لیکن پولُسؔ رسُول کچھ اَور نعمتوں کا ذکر کرتے ہُوئے لکھتا ہے، ”۔۔۔اُس توفیق کے موافق جو ہم کو دی گئی ہمیں طرح طرح کی نعمتیں مِلیں اِس لِئے جس کو نبُوّت مِلی ہو وہ اِیمان کے اندازہ کے

موافق نبُوّت کرے۔ اگر خدمت مِلی ہو تو خدمت میں لگا رہے۔ اگر کوئی مُعلّم ہو تو تعلیم میں مشغول رہے۔ اور اگر ناصح ہو تو نصیحت میں، خیرات بانٹنے والا سخاوت سے بانٹے۔ پیشوا سرگرمی سے پیشوائی کرے۔ رحم کرنے والا خوشی کے ساتھ رحم کرے۔" (رُومیوں ۱۲:۶-۸)

اِن نعمتوں میں بہت سی چیزیں ہیں جن پر غور کرنے کی ضرُورت ہے۔

نمبر ۱، یہ سب خُدا کی طرف سے ہیں، کِسی نے خود سے اِن کو نہیں بنایا۔

نمبر ۲، خُدا نے مسیح کے ہر پیروکار کو اِن نعمتوں میں سے کم از کم ایک نعمت ضرُور بخشی ہے۔

نمبر ۳، ہر کِسی کی نعمت میں فرق ہے۔

نمبر ۴، کِسی کے پاس بھی یہ تمام نعمتیں نہیں ہیں۔

نمبر ۵، یہ سب نعمتیں خُدا کی قوت و طاقت سے اِستعمال میں لائی جاتی ہیں۔

نمبر ۶، اِن نعمتوں کا اِستعمال ایسے ہونا چاہیے کہ خُدا کا جلال نظر آئے۔

ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوال پوچھنا چاہیے کہ ہم خُدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کِس طرح اِستعمال کر رہے ہیں؟ کیا ہم اِن کو خُدا کے جلال کے لِئے اِستعمال کر رہے ہیں؟ کیا ہم خُدا کی طاقت سے دُوسروں کی خدمت کر رہے ہیں؟ یا ہم ہر کام اپنی طاقت پر بھروسہ کر کے انجام دے رہے ہیں؟

پطرسؔ رسُول اپنی ہدایت پر خود ہی عمل کرتے ہوئے اپنے اِلہامی خط کے اِس حِصّے کو خُدا کی حمد وتمجید پر ختم کرتا ہے: ''۔۔۔سب باتوں میں یِسُوعؔ مسِیح کے وسیلہ سے خُدا کا جلال ظاہر ہو۔ جلال اور سلطنت ابدُالآباد اُسی کی ہے۔ آمین۔'' (۱-پطرس ۱۱:۴)

پچیسواں باب

مسیح کے لِئے دُکھ سہنا

(۱۔پطرس ۴: ۱۲۔۱۹)

مسیح یسُوعؔ نے اپنے شاگردوں کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اُن پر ظلم وستم ہو گا۔ ''اُس وقت لوگ تُم کو اِیذا دینے کے لِئے پکڑوائیں گے اور تُم کو قتل کریں گے اور میرے نام کی خاطر سب قومیں تُم سے عداوت رکھیں گی۔'' (متّی ۲۴: ۹)

اِس صاف اور واضح اِطلاع و آگاہی کو مدِنظر رکھتے ہُوئے مسیح کے پیروکاروں کا اِیذیت وظلم کے بارے میں رویہ کیا ہونا چاہیے؟ پطرسؔ رسُول اِس سوال کا جواب اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۱۲ سے ۱۹ آیت میں دیتے ہُوئے لکھتا ہے، ''اَے پیارو! جو مُصیبت کی آگ تُمہاری آزمایش کے لِئے تُم میں بھڑکی ہے، یہ سمجھ کر اُس سے تعجب نہ کرو کہ یہ ایک انوکھی بات ہم پر واقع ہوئی ہے۔ بلکہ مسیح کے دُکھوں میں جُوں جُوں شریک ہو خوشی کرو تاکہ اُس کے جلال کے ظہور کے وقت بھی نہایت خوش و خرم ہو۔ اگر مسیح کے نام کے سبب سے تمہیں ملامت کی جاتی ہے تو تُم مُبارک ہو کیونکہ جلال کا رُوح یعنی خُدا کا رُوح تُم پر سایہ کرتا ہے۔ تُم میں سے کوئی شخص خُونی یا چور یا بدکار یا اَوروں

کے کام میں دست انداز ہو کر دُکھ نہ پائے۔ لیکن اگر مسیحی ہونے کے باعث کوئی شخص دُکھ پائے تو شرمائے نہیں بلکہ اِس نام کے سبب سے خُدا کی تمجید کرے۔ کیونکہ وہ وقت آ پہنچا ہے کہ خُدا کے گھر سے عدالت شروع ہو اور جب ہم ہی سے شروع ہو گی تو اُن کا کیا انجام ہو گا جو خُدا کی خوشخبری کو نہیں مانتے؟ اور جب راستباز ہی مشکل سے نجات پائے گا تو بے دین اور گُنہگار کا کیا ٹھکانا؟ پس جو خُدا کی مرضی کے موافق دُکھ پاتے ہیں وہ نیکی کر کے اپنی جانوں کو وفادار خالق کے سُپرد کریں۔"

پہلی بات جس پر پطرسؔ رسُول زور دیتا ہے یہ ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے کہ اُن پر ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ مسیح نے فرمایا، "اگر دُنیا تُم سے عداوت رکھتی ہے تو تُم جانتے ہو کہ اُس نے تُم سے پہلے مُجھ سے بھی عداوت رکھی ہے۔۔۔ جو بات مَیں نے تُم سے کہی تھی اُسے یاد رکھو کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا۔ اگر اُنہوں نے مُجھے ستایا تو تمہیں بھی ستائیں گے۔۔۔" (یُوحنّا ۱۵: ۱۸-۲۰)

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ وہ اِیذیت وظلم سہتے ہُوئے بھی خوشی کا اِظہار کریں۔ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اِس زندگی میں مسیح کے دُکھوں میں شریک ہونے سے وہ جو اُس پر اِیمان رکھتے ہیں اِس قابل ہو جاتے ہیں کہ جب اُس کا جلال ظاہر ہو گا تو وہ اُس میں بھی شریک ہوں۔ پہلے باب کی ۷ اور پھر ۵ باب کی آیت ۴ میں پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار اُس کے جلال میں شامل ہوں گے۔ جتنا زیادہ

ہم اِس زندگی میں مسیح کے لِئے دُکھ اُٹھائیں گے، آخر میں اُتنا ہی زیادہ جلال ہمیں حاصل ہو گا۔

ایک اَور وجہ کہ مسیح کے پیروکاروں کو ظُلم و اِذیت میں خوش و خرم رہنے کی یہ ہے کہ "تُم مُبارک ہو کیونکہ جلال کا رُوح یعنی خُدا کا رُوح تُم پر سایہ کرتا ہے۔۔۔" (۱-پطرس ۱۴:۴) پَولُسؔ رسُول مُبارک ٹھہرائے جانے کی مزید یُوں وضاحت کرتے ہُوئے لکھتا ہے، "۔۔۔اگر اُسی کا رُوح تُم میں بسا ہُوا ہے جس نے یِسُوعؔ کو مُردوں میں سے جلایا تو جس نے مسیح یِسُوعؔ کو مُردوں میں سے جلایا وہ تُمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اُس رُوح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا جو تُم میں بسا ہُوا ہے (رُومیوں ۱۱:۸)۔ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی یہی وہ اُمید ہے جو مسیح کے پیروکاروں کو ظُلم کرنے والوں کے ہاتھوں قتل کِئے جانے کے خطرے کے باوجود خوش و خرم رکھتی ہے۔

لیکن مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ اپنے فعل و عمل کا جائزہ لیں کہ کہیں ظُلم و ستم کا سبب اُن کے اپنے غلط کام تو نہیں؟ پطرسؔ رسُول صاف طور پر کہتا ہے کہ خُدا کی برکت صِرف اُن پر ہو گی جو مسیح کے نام کی خاطر ذلت و رُسوائی اُٹھا رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے بُرے کاموں کے سبب سے دُکھ و تکلیف اُٹھاتے ہیں یا ہم دُوسرے لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں تو پھر اِس دُکھ تکلیف کا تمام ذمہ ہمارے سَر پر ہے۔ جس طرح مسیح پر لگائے جانے والے الزام جھوٹے ثابت ہُوئے اُسی طرح مسیح کے پیروکاروں پر لگائے جانے والے الزام بھی جھوٹے ثابت ہونے چاہیے۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ کوئی شخص بھی شرمندگی محسوس نہ کرے کہ وہ ''مسیحی'' ہونے کی وجہ سے دُکھ تکلیف اُٹھا رہا ہے۔ ممکن ہے ہمارے لِئے یہ تصوّر ذرا عجیب ہو کہ مسیح کے پیروکاروں کو یہ کیا کہا جا رہا ہے۔ لیکن جب ہم اُن لفظوں پر غور کرتے ہیں جو اُس نے اِستعمال کِئے ہیں تو پھر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ پطرسؔ رسُول نے ایسا کیوں کہا۔ اُردو زبان میں ہم لفظ ''مسیحی'' مسیح کے پیروکاروں کے لِئے اِستعمال کرتے ہیں۔ لیکن پطرسؔ نے یہاں یُونانی لفظ ''کرسچین'' کا لفظ اِستعمال کِیا ہے۔ سب سے پہلے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ پطرسؔ کے خط کے اِس بیان میں جس کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں، ظُلم وستم کرنے والوں کی نظر میں مسیحی ہونا ویسے ہی بے عزّتی و ذلت کا باعث تھا جیسے چور یا قاتل ہونا۔

لفظ ''کرسچین'' اِنجیلِ مُقدس میں صِرف دو اَور مقام پر اِستعمال ہُوا ہے۔ ایک دفعہ یہ لفظ اگرِپّاؔ بادشاہ نے پَولُسؔ رسُول کو مخاطب ہوتے ہُوئے اِستعمال کِیا، ''۔۔۔تُو تو تھوڑی ہی سی نصیحت کر کے مُجھے مسیحی کر لینا چاہتا ہے۔'' (اعمال ۲۸:۲۶) ہم نہیں جانتے کہ بادشاہ نے یہ لفظ کِس لب و لہجے میں اِستعمال کِیا، لیکن عین ممکن ہے کہ اُس نے حقارت آمیز آواز میں ایسا کہا ہو۔

ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''۔۔۔شاگرد پہلے انطاکیہؔ ہی میں مسیحی کہلائے۔'' (اعمال ۲۶:۱۱) وہ لفظ جس کا ترجمہ ''کہلائے'' کِیا گیا ہے کِسی شخص کے پیشے کو ظاہر کرتا ہے۔ لہذا نام ''کرسچین'' کا مطلب یہ ہے کہ ''وہ جنہوں نے مسیح کی پیروی کرنے کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔'' یہ بات بھی دلچسپی سے خالی

نہیں کہ مسیح کے پیروکاروں نے پہلے پہل یہ نام اپنے لِئے اِستعمال نہیں کِیا تھا، بلکہ اُنہیں اُن لوگوں نے دیا جو مسیحی نہیں تھے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسیح کے پیروکاروں نے دُوسری صدی تک نام ''کرسچن'' یعنی ''مسیحی'' اپنے لِئے اِستعمال نہیں کِیا۔ اِن حقائق کی روشنی میں، اور پطرسؔ رسُول کی اپنے پڑھنے والوں کو اِس ہدایت کے مطابق کہ اِس نام سے شرمندہ نہ ہوں، یہ کہنا بالکل مُناسب ہے کہ دینے والوں نے مسیح کے پیروکاروں کو طنز یا گالی کے طور پر یہ نام دیا۔

لیکن اِس مسئلے کا ایک اَور پہلو بھی ہے۔ یسعیاہؔ نبی نے پیشن گوئی کی تھی کہ خُدا اپنے بندوں کو ایک نیا نام دے گا (یسعیاہ ۶۲:۲)۔ مسیح کی پیروی کرنے والوں کے لِئے کئی نام اِستعمال کِئے گئے ہیں مثلاً شاگرد (اعمال ۶:۷)، مُقدسین (اِفسیوں ۱:۱) اور بھائی (اعمال ۱۵:۱، ۲۳)۔ لیکن ایک نام ایسا ہے جو صِرف مسیح کے پیروکاروں کے لِئے اِستعمال کِیا جا سکتا ہے اور وہ نام ہے ''مسیحی۔''

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکار کو خُدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ ''مسیحی'' کہلاتا ہے اور وہ مسیح کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ جیسا کہ پاک کلام میں لکھا ہے، ''اِسی واسطے خُدا نے بھی اُسے بہت سَر بلند کِیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔۔۔'' (فِلپّیوں ۲:۹) خُدا نے اُس نام کو چُنا جس کا آدمیوں نے تمسخر اڑایا اور ہتک و بے عزّتی کی مگر خُدا نے اُسی نام کو عزّت و عظمت میں تبدیل کر دیا۔

اگرچہ مسیح کے پیروکاروں کو ظُلم و اِذیت برداشت کرنی پڑتی ہے مگر پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ظُلم وستم ڈھانے والوں کو ایک دِن عدالت میں پیش ہونا ہے۔ پطرسؔ ظُلم و اِذیت کو عدالت کا نام دیتا ہے۔ گو اِس کا سامنا کرنا مشکل ہے لیکن اِذیت دینے والوں کو ایک دِن اِس عدالت سے کہیں سخت، خُدا کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ پطرسؔ رسُول امثال کی کِتاب ۱۱ باب، اُس کی ۳۱ آیت کے ہفتادیؔ ترجمہ کا حوالہ دیتا ہے، جو پُرانے عہد نامے کا یُونانیؔ زبان میں ترجمہ ہے، کہ راستباز یعنی مسیحی نجات پائے گا۔ لیکن اگر اُن کا نجات پانا مشکل ہے تو وہ جو مسیح کی پیروی نہیں کرتے اُن کا نجات پانا تو ناممکن ہو گا۔ اِس کی روشنی میں پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں کو یقین دِلاتے ہُوئے کہتا ہے کہ خُدا وفادار ہے۔ وہ جو مسیحی ہونے کی وجہ سے ظُلم و اِذیت برداشت کر رہے ہیں، اُنہیں مکمل طور پر اپنے آپ کو خُدا کے سپُرد کر دینا چاہیے اور بھلائی کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

چھبیسواں باب

بُزُرگوں کو نصیحت

(۱۔پطرس ۵:۱۔۴)

آزمائش کی گھڑی میں کِسی بھی تنظیم یا گروپ کا قائم رہنا اکثر اچھی راہنمائی پر منحصر ہوتا ہے۔ مسیح کے پیروکار جن کے نام پطرسؔ رسُول نے اپنا یہ پہلا اِلہامی خط لکھا ہے ظلم و اِذیت سہہ رہے تھے۔ اُن کی حوصلہ افزائی اور تنبیہ و نصیحت کرنے کے بعد کہ وہ اِن حالات میں کِس طرح سے زندگی بسر کریں، اَب پطرسؔ رسُول اُن کے رُوحانی راہنماؤں سے مخاطب ہوتا ہے۔ ۵ باب کی آیت ۱ سے ۴ میں وہ لکھتا ہے، ''تُم میں جو بُزُرگ ہیں مَیں اُن کی طرح بُزُرگ اور مسیح کے دُکھوں کا گواہ اور ظاہر ہونے والے جلال میں شریک بھی ہو کر اُن کو یہ نصیحت کرتا ہُوں کہ خُدا کے اُس گلّہ کی گلّہ بانی کرو جو تُم میں ہے۔ لاچاری سے نگہبانی نہ کرو بلکہ خُدا کی مرضی کے موافق خوشی سے اور ناجائز نفع کے لِئے نہیں بلکہ دِلی شوق سے۔ اور جو لوگ تُمہارے سپرد ہیں اُن پر حکومت نہ جتاؤ بلکہ گلّہ کے لِئے نمونہ بنو۔ اور جب سردار گلّہ بان ظاہر ہو گا تو تُم کو جلال کا ایسا سہرا مِلے گا جو مُرجھانے کا نہیں۔''

پطرس رُسول نے ''بزُرگ'' کا لفظ اِس لِئے اِستعمال کِیا ہے کہ واضح ہو کہ وہ کِس کو لکھ رہا ہے۔ وہ اُن کی جسمانی عمر کی بات نہیں کر رہا، بلکہ وہ خاص طور پر کلِیسیا کے ایک عہدے سے مخاطب ہے۔ ذہن میں رہے کہ اِن راہنماؤں کے لِئے بہت سی اِصطلاحات اِستعمال کی گئی ہیں۔ لفظ ''بزُرگ'' کے علاوہ جس کا انگریزی میں ''پریسبِٹر'' یا ''ایلڈرز'' ترجمہ کِیا گیا ہے، پطرسؔ رسُول اُن کو ''گلّے بان'' یا ''چرواہے'' بھی کہتا ہے، جن کا ترجمہ انگریزی میں ''شیپرڈ'' یا ''پاسٹر'' کِیا گیا ہے۔ پطرسؔ اُن کو ''نگہبان'' بھی کہتا ہے۔ انگریزی میں اِسے ''بشپ'' کہتے ہیں۔ اِس سے ہم دیکھتے ہیں کہ پاک صحائف میں یہ سب نام راہنماؤں کے کلِیسیا میں مختلف عہدوں کی وضاحت نہیں کر رہے بلکہ ایک بزُرگ کے مختلف فرائض پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ رُسولوں کے زمانے کے بعد لوگوں نے کلِیسیا کے راہنماؤں کو چھوٹی بڑی پوزیشن میں تقسیم کر دیا اور اِن ناموں کو اپنی بنائی ہوئی پوزیشن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

پطرسؔ رسُول کلِیسیا کے راہنماؤں سے التجا کرتے ہُوئے ۳ چیزوں کو بُنیاد بناتا ہے۔ پہلی یہ کہ وہ بھی اُن کی طرح ایک بزُرگ ہے۔ وہ رسُول ہونے کے اِختیار کو حکم کے طور پر اِستعمال نہیں کرتا۔ بلکہ اِس طرح اِلتجا کرتا ہے کہ جیسے وہ اُن کے بوجھ اور ذمہ داریوں میں شریک ہے۔ ۵ باب کی آیت ۱۳ سے یُوں لگتا ہے کہ پطرسؔ، رسُول ہونے کے ساتھ ساتھ بابلؔ کی کلِیسیا میں ایک بزُرگ کی حیثیت سے بھی خدمت انجام دیتا رہا۔ پطرسؔ رسُول کلِیسیا کے دوسرے راہنماؤں کو ایسا کوئی کام کرنے کو نہیں کہہ رہا جو وہ خود کرنے کو تیار نہیں۔

دوسری چیز جس کو پطرسؔ رسُول نے راہنماؤں سے التجا کرتے ہُوئے بُنیاد بنایا ہے، یہ ہے کہ وہ خود مسیح کے دُکھ اُٹھانے کا ایک گواہ تھا۔ لہذا وہ اِس قابل تھا کہ کلِیسیا کے راہنماؤں کو ہدایت دے سکے کہ وہ ظلم و اِذیت میں کِس طرح کا رویہ رکھیں، کیونکہ ذاتی طور پر جانتا تھا کہ مسیح نے ایسی حالت میں کیسا رویہ رکھا۔

تیسری چیز جس کو پطرسؔ رسُول نے التجا کرنے کے لِئے بُنیاد بنایا، یہ ہے کہ وہ اُس جلال میں شریک ہو گا جو ظاہر ہونے والا ہے۔ اپنے دوسرے اِلہامی خط میں وہ لکھتا ہے، ''۔۔۔جب ہم نے تمہیں اپنے خُداوند یِسُوعؔ مسیح کی قدرت اور آمد سے واقف کِیا تھا تو دغابازی کی گھڑی ہُوئی کہانیوں کی پیروی نہیں کی تھی بلکہ خود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا۔'' (۲۔پطرس ۱۶:۱) اِس وجہ سے کہ پطرسؔ نے خود مسیح کی عظمت و جلال کی ایک جھلک دیکھی تھی، اِسی لِئے وہ اپنے ساتھی راہنماؤں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے رکھیں کہ وہ بھی مسیح کے جلال میں شامل ہوں۔

پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ راہنما کو چاہیے کہ وہ کلِیسیا میں خوشی سے خدمت کرے اور کِسی مجبوری کے تحت ایسا نہ کرے۔ مسیح کو اِنسان کے صِرف فعل و عمل سے واسطہ نہیں ہے بلکہ اُس کو اُس کا دِل چاہیے۔ اگر ایک آدمی خُدا کے لوگوں یعنی اُس کے لوگوں کی نگہبانی و حفاظت میں ناگواری کا اِظہار کرتا ہے تو اُس کے لِئے یہ خدمت انجام دینا مشکل ہو جائے گا۔ دوسری طرف اگر ایک آدمی پورے دِل سے خدا کے لوگوں کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے فائدے سے

آدمی پورے دِل سے خدا کے لوگوں کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے فائدے سے زیادہ اُن کا فائدہ سوچے گا۔

رضامندی کے علاوہ ایک اَور خُوبی جو کلِیسیا کے راہنما میں ہونی چاہیے یہ ہے کہ اُس کا خدمت کرنے کا مقصد ٹھیک ہو۔ بہت سے ایسے ہیں جو کلِیسیا میں راہنما بننا چاہتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُنہیں اچھی تنخواہ مِلے گی یا وہ اپنی حیثیت سے ناجائز کام لیتے ہُوئے مالی فائدہ اُٹھائیں گے۔ لیکن پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ ایک راہنما کو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ پَولُسؔ رسُول ایک راہنما کی خوبیوں اور اہلیت کی دو مختلف فہرستیں پیش کرتا ہے (دیکھئے ۱۔تیمُتھِیُس ۳:۱-۷ اور طِطُس ۱:۶-۹)۔ اِن دونوں فہرستوں میں وہ کہتا ہے کہ راہنما کو روپیہ پیسہ سے ہرگز مائل نہیں ہونا چاہیے۔ ایک اَور مقام پر پَولُسؔ رسُول جھوٹے اُستادوں کی خامیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے، وہ ''۔۔۔دینداری کو نفع ہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔۔۔ جو دولت مند ہونا چاہتے ہیں وہ ایسی آزمایش اور پھندے اور بہت سی بیہودہ اور نقصان پہنچانے والی خواہشوں میں پھنستے ہیں جو آدمیوں کو تباہی اور ہلاکت کے دریا میں غرق کر دیتی ہیں۔۔۔ زر کی دوستی ہر قِسم کی بُرائی کی جڑ ہے جس کی آرزو میں بعض نے اِیمان سے گمراہ ہو کر اپنے دِلوں کو طرح طرح کے غموں سے چھلنی کر لیا۔'' (۱۔تیمُتھِیُس ۶:۵-۱۰) پَولُسؔ رسُول اور پطرسؔ رسُول دونوں اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ وہ جو صِرف پیسہ بٹورنے کے لِئے خدمت انجام دیتے ہیں اُن کی کلِیسیا میں راہنما بننے کے لِئے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیے۔

اِختیار والا ہر عہدہ اپنے اختیارات کا ناجائز اِستعمال کر سکتا ہے۔ ایک آزمایش جس کا راہنما کو سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی دیکھ بھال کرنا اُس کی ذمہ داری ہوتی ہے اُنہی پر حکومت جتانا نہ شروع کر دے۔ وہ جو دوسروں پر حکومت جتاتے ہیں بھول جاتے ہیں کہ مسیح کی کلِیسیا میں راہنما کا کیا مقصد و مطلب ہوتا ہے۔ لوگ کلِیسیا میں اِس لئے نہیں کہ راہنما کی خدمت کریں بلکہ راہنما کا کام ہے کہ وہ اُن کی خدمت کرے۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو فرمایا، ''۔۔۔غیر قوموں کے بادشاہ اُن پر حکومت چلاتے ہیں اور جو اُن پر اختیار رکھتے ہیں خُداوندِ نعمت کہلاتے ہیں۔ مگر تُم ایسے نہ ہونا بلکہ جو تُم میں بڑا ہے وہ چھوٹے کی مانند اور جو سردار ہے وہ خدمت کرنے والے کی مانند بنے۔۔۔ مَیں تُمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہُوں۔'' (لوقا ۲۲:۲۵-۲۷)

ہر راہنما کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کے سامنے اپنا ایک اچھا نمونہ پیش کرے، جس طرح مسیح نے اپنے شاگردوں کے سامنے پیش کِیا۔ کلِیسیا کے راہنماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو عظیم بنانے کی کوشش نہ کریں اور نہ اِس زندگی میں اپنے لِئے عزّت و اِنعام چاہیں، بلکہ اُس عظمت و جلال کا انتظار کریں جو ''سردار گلّہ بان'' ظاہر ہو کر اُنہیں دے گا۔ یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہے کہ پطرسؔ رسُول، مسیح کو ''سردار گلّہ بان'' کہتا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو پطرسؔ کو کلِیسیا کے سردار گلّہ بان کا نام دیتے ہیں۔ لیکن پطرسؔ خود اِس کا اِنکار کرتا ہے۔ یہاں بھی اور باب ۲ کی آیت ۲۵ میں وہ واضح طور

پر کہتا ہے کہ مسیح وہ گلّہ بان ہے جس کا کلِیسیا پر مکمل اِختیار ہے۔ پطرسؔ، رسُول ہونے کے اِختیار سے حکم دیتے ہُوئے نہیں بلکہ اپنے ساتھی بزُرگوں سے اِلتجا کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ وہ اُس کی مانند بنیں۔

کلِیسیا کے راہنماؤں کو چاہیے کہ اپنا جائزہ لیں کہ وہ کلِیسیا کے راہنما کیوں ہیں؟ کیا وہ واقعی خدمت کرنا چاہتے ہیں یا وہ اپنے عہدے کو ایک ناگوار نوکری سمجھتے ہیں؟ کیا وہ واقعی لوگوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں یا وہ اپنے عہدے کو پیسے کمانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں؟ کیا وہ اپنے ماتحتوں پر حکم چلاتے ہیں یا وہ لوگوں کو اپنے کردار و چال چلن سے اچھا کام کرنے کی طرف مائل کرتے ہیں؟ اگر کوئی شخص پطرسؔ رسُول کی بتائی ہُوئی اِن باتوں پر پُورا نہیں اُترتا، اور اپنے اندر تبدیلی نہیں لاتا تو اُسے کلِیسیا کا راہنما نہیں بننا چاہیے۔

ستائیسواں باب

فروتنی سے مُخالِفت کا مُقابلہ

(۱-پطرس ۵:۵-۱۱)

قوت و طاقت اور جوش و جذبہ جوانی کی کچھ خاص خوبیاں ہیں۔ لیکن یہ مثبت خوبیاں زوال کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔ جوش و جذبے سے لبریز ہو کر اکثر نوجوان، بزُرگوں کی عقل وسمجھ کو رد کرتے اور اپنے اُوپر اِختیار والوں کا اِنکار کرتے ہیں۔ شائد یہی وجہ ہے کہ پطرسؔ رسُول اپنے پہلے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۵ آیت میں جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے، ''اَے جوانو! تُم بھی بزُرگوں کے تابع رہو۔۔'' بزُرگوں سے پطرسؔ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو عمر میں بڑے ہیں بلکہ وہ خاص طور پر اُن کا ذکر کر رہا ہے جو کلِیسیا میں ایک راہنما کی حیثیت سے بزُرگ یا نگہبان کا عہدہ سنبھالے ہُوئے ہیں۔ ۵ باب کی پہلی ۴ آیات میں پطرسؔ رسُول کلِیسیا کے بزُرگوں کو ہدایت دیتا ہے کہ اپنے سپرد لوگوں پر حکُمرانی نہ جتاؤ۔ اگر راہنماؤں کے لِئے یہ بہت ہی ضرُوری بات ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ محبّت پیار اور نرمی سے برتاؤ کریں تو جوانوں کے لِئے بھی نہایت ضرُوری ہے کہ وہ اُن کی تابعداری کریں جو کلِیسیا میں اُن کی رُوحانی ترقی کے ذمہ دار ہیں۔

لیکن یہ نہیں کہ صِرف جوان ہی تابعداری و حلیمی کا مظاہرہ کریں، بلکہ بزُرگ اور جوان، راہنما اور پیروی کرنے والے دونوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبّت و پیار سے پیش آئیں۔ پطرسؔ رسُول اپنا پیغام جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے ''۔۔۔بلکہ سب کے سب ایک دوسرے کی خدمت کے لِئے فروتنی سے کمربستہ رہو اِس لِئے کہ خُدا مغروروں کا مقابلہ کرتا ہے مگر فروتنوں کو توفیق بخشتا ہے۔'' (۱۔پطرس ۵:۵)

غرور شیخی مارتا ہے اور اپنی قوت و طاقت پر اعتماد رکھتا ہے، لیکن دوسری طرف حلیمی خود اعتمادی چھوڑ کر خُدا پر بھروسہ رکھتی ہے۔ خُدا اپنی برکات صِرف اُن پر نچھاور کرتا ہے جو اُن کی ضرُورت کو پہچانتے ہیں اور دِل سے اُن کو قبول کرنے کے لِئے راضی ہوتے ہیں۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کے لِئے ضرُوری ہے کہ وہ اپنے آپ کو حلیمی و فروتنی سے کمربستہ کریں۔ جب ہم ایک دوسرے پر نظر دوڑاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دوسرا شخص کیسے کپڑے پہنے ہُوئے ہے۔ جب کوئی مسیح کے پیروکار پر نظر ڈالے تو اُس کو حلیمی و فروتنی دِکھائی دے۔

حلیمی و فروتنی ہی ہے جو ایک مسیحی کے لِئے اِلٰہی برکات کا باعث بنتی ہے۔ لیکن حلیمی و فروتنی کی کچھ قیمت بھی ادا کرنا پڑتی ہے۔ ۶ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''پس خُدا کے قوی ہاتھ کے نیچے فروتنی سے رہو تاکہ وہ تمہیں وقت پر سر بلند کرے۔'' ہم اپنی تکلیفوں کا حل بس اُسی وقت چاہتے ہیں، اور ہر چیز کو اپنے ہاتھ کے نیچے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم حلیم و فروتن

ہوں تو مانیں گے کہ ہم ہمیشہ نہیں جان سکتے کہ ہمارے لِئے کیا اچھا ہے۔ ہم خُدا کے سارے منصوبے کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہاں یہ ضرُور ہے کہ حلیمی و فروتنی ہمیں مناسب وقت تک اِنتظار کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ ہمیں پورا بھروسہ ہونا چاہیے کہ جب ہم حلیمی سے اپنے آپ کو خُدا کے سُپرد کریں گے تو مُناسب وقت پر خُدا ہمیں ضرُور سرفراز کرے گا۔ خُدا کے وعدے پر یہی بھروسہ ہمیں وہی کرنے کو کہے گا جس کا ذکر پطرسؔ رسُول نے ۷ آیت میں کِیا ہے۔ ''اور اپنی ساری فکر اُسی پر ڈال دو کیونکہ اُس کو تمہاری فکر ہے۔''

حقیقت میں فکر بھی ایک قِسم کا غرور ہی ہے۔ غرور اپنی گرفت مضبوط کرتا جاتا ہے۔ فکر کہتی ہے کہ ہم اپنی موجودہ حالت کو اپنے تابع کریں، مگر حلیمی اُس کو جانے دیتی ہے اور تسلیم کرتی ہے کہ خُدا ہے جس کے تابع اپنی ہر بات کو کرنا ہے، اور وہی ہے جو اِس سے ہمارے لِئے کوئی اچھی صورت نکالے گا۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوال پوچھنے کی ضرُورت ہے کہ کیا ہم اپنی تکلیفیں خدا کے تابع کر دیتے ہیں یا اپنے تابع رکھتے ہیں؟

مسیح کے ہر پیروکار کو یہ جاننے کی ضرُورت ہے کہ جن مشکلات اور تکلیفوں کا اُسے سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ بُری قسمت کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اُن کا ایک دُشمن ہے جو اُنہیں پھاڑ کھانے کے لِئے ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ ۵ باب کی ۸ سے ۱۱ آیت میں پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''تُم ہوشیار اور بیدار رہو۔ تُمہارا مخالف اِبلیسؔ گرجنے والے شیرِ ببر کی طرح ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کِس کو پھاڑ کھائے۔ تُم اِیمان میں مضبوط ہو کر اور یہ جان کر اُس کا مقابلہ کرو کہ تُمہارے بھائی جو دُنیا

میں ہیں ایسے ہی دُکھ اُٹھا رہے ہیں۔ اب خُدا جو ہر طرح کے فضل کا چشمہ ہے، جس نے تُم کو مسیح میں اپنے ابدی جلال کے لِئے بلایا، تُمہارے تھوڑی مدّت تک دُکھ اُٹھانے کے بعد آپ ہی تمہیں کامل اور قائم اور مضبوط کرے گا۔ ابدالآباد اُسی کی سلطنت رہے، آمین۔"

پطرسؔ رسُول پہچان کرواتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کا دُشمن اِبلیسؔ ہے۔ لوگ اُن کے دُشمن نہیں۔ یہ نہایت ضرُوری ہے کہ ہم جانیں کہ پطرسؔ کا اِس سے کیا مطلب ہے۔ اگرچہ شیطان اپنا شیطانی کام لوگوں کے ذریعہ کرتا ہے، لیکن مسیحیوں کی جنگ لوگوں سے نہیں بلکہ اُن کے مالک و سردار اِبلیسؔ کے خلاف ہے۔ مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ وہ اُنہیں نیست و نابود کرنے کی کوشش نہ کریں جو اُنہیں تکلیف پہنچاتے ہیں بلکہ اُنہیں جیتنے کی کوشش کریں۔ پَولُسؔ رسُول اِس کی یُوں وضاحت کرتا ہے، "۔۔۔ہمیں خون اور گوشت سے کُشتی نہیں کرنا ہے بلکہ حکومت والوں اور اِختیار والوں اور اِس دُنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی اُن رُوحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں۔" (اِفسیوں ۶:۱۲)

ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنے کی ضرُورت ہے کہ ہمارا دُشمن خطرناک و ہوشیار ہے۔ اُس کی تسلّی صِرف مسیح کے پیروکاروں کو تباہ و برباد کر کے ہی ہو گی۔ پطرسؔ رسُول، شیطان کو گرجنے والے شیر کے برابر ٹھہراتا ہے۔ لیکن کونسا شیر ہے جو گرج کر اپنے شکار کو اپنی موجودگی کا احساس دِلائے گا؟ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ شیطان دھوکے سے اپنے شکار کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اُس کا اُن

کو پھاڑ کھانے کا کوئی ارادہ نہیں، یا شائد وہ اِتنا طاقت ور، تیز اور چالاک ہے کہ اپنے آپ کو چھپانے کی ضرُورت ہی محسوس نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے مسیح کے پیروکاروں کا دُشمن اِس قدر ہلاکت خیز ہے کہ پطرسؔ رسُول اُنہیں ہدایت دیتا ہے کہ وہ ہوشیار و بیدار رہیں۔ یہ تیسرا موقع ہے کہ وہ اُنہیں ہوشیار رہنے کی تلقین کر رہا ہے۔ پطرسؔ کے اِستعمال کِئے ہُوئے لفظ کا صحیح مطلب ہے ''نشہ آور چیزوں سے آزاد۔'' پہلے باب کی ۱۳ آیت سے ہم دیکھتے ہیں کہ پطرسؔ رسُول کا مسیح کے پیروکاروں کو پاک رہنے کی ہدایت دینے کا ایک مطلب یہی تھا۔ ۴ باب کی ۷ آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہوشیار رہنا دُعا کرنے کے لِئے نہایت ضرُوری ہے اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ بیداری اور ہوشیاری شیطان کا مقابلہ کرنے کے لِئے بہت ہی ضرُوری ہے۔

شیطان جیسے دُشمن کو حملہ کرنے سے کیسے رُوکا جا سکتا ہے؟ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم اپنی ہمت و طاقت سے اُسے رُوکنے کی کوشش کریں گے تو یقینی طور پر ناکام ہوں گے۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ اِیمان میں مضبوط رہ کر ہم شیطان پر غالب آ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا خُدا اور مسیح یسُوعؔ پر اعتماد ہے جو ہمیں فتح و کامرانی بخشتا ہے۔ اور یہ جنگ ہمیں اکیلے نہیں لڑنا ہے۔ پطرسؔ رسُول اپنے پڑھنے والوں کو یاد دِلاتا ہے کہ مسیح کے پیروکار ساری دُنیا میں اِسی طرح سے دُکھ تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ اِس سے ہمیں دو طرح سے مدد ملتی ہے۔ پہلی یہ کہ ہمیں تقویت و طاقت ملتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں ہمارے بہت سے بہن بھائی اِس جنگ میں فتح پا رہے

ہیں۔ دوسری یہ کہ اِس سے ہمارا حوصلہ بڑھتا ہے کہ ہم اُن بہن بھائیوں کے سامنے اچھا نمونہ پیش کریں جو ہمت ہارنے کے خطرے میں ہیں۔

مزید حوصلہ دینے کے لِئے پطرسؔ رسُول مسیح کے پیروکاروں کو یاد دِلاتا ہے کہ اُن کا دُکھ اور تکلیف صِرف ''تھوڑی مدّت تک'' ہے، جبکہ وہ جلال جو مسیح اُنہیں دے رہا ہے ابدی ہے۔ جیسا کہ پاک کلام میں لکھا ہے، ''پس اپنی دلیری کو ہاتھ سے نہ دو، اِس لِئے کہ اُس کا بڑا اجر ہے کیونکہ تمہیں صبر کرنا ضرور ہے تاکہ خُدا کی مرضی پوری کر کے وعدہ کی ہُوئی چیز حاصل کرو۔'' (عِبرانیوں ۱۰:۳۵-۳۶)

بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ دُکھ تکلیف سے خُدا کے لوگ نیست و نابود ہو جائیں گے، لیکن پطرسؔ رسُول واضح کرتا ہے کہ جب وہ تھوڑی مدّت تک تکلیف سہہ لیں گے تو خُدا اُنہیں بحال کر کے کامِل، قائم اور مضبوط کرے گا۔ کیا ہم دُکھ تکلیف کو اپنے اُوپر حاوی ہونے دیتے ہیں؟ یا ہم خُدا کو موقع دیتے ہیں کہ وہ دُکھ تکلیف میں سے ہی ہمارے لِئے بحالی و سرفرازی کی راہ نکالے؟

اٹھائیسواں باب

اِلہام کا مطلب اور خط لِکھنے کا مقام

(۱۔پطرس ۵:۱۲۔۱۴)

پطرسؔ رسُول اپنا پہلا اِلہامی خط اِن الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہے، ''مَیں نے سِلوانُسؔ کی معرفت جو میری دانست میں دیانتدار بھائی ہے مختصر طور پر لکھ کر تمہیں نصیحت کی اور یہ گواہی دی کہ خُدا کا سچا فضل یہی ہے، اِسی پر قائم رہو۔ جو بابلؔ میں تُمہاری طرح برگزیدہ ہے وہ اور میرا بیٹا مرقسؔ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ محبّت سے بوسہ لے لے کر آپس میں سلام کرو۔ تُم سب کو جو مسیح میں ہو اِطمینان حاصل ہوتا رہے۔'' (۱۔پطرس ۵:۱۲۔۱۴)

پطرسؔ رسُول نے سِلوانُسؔ کا ذکر کِیا ہے۔ سِلوانُسؔ، سِیلاسؔ کا دوسرا نام ہے۔ وہ انطاکیہؔ میں بھائیوں کو تسلّی و حوصلہ دینے کے لِئے بھیجے جانے سے پہلے یروشلیمؔ کی کلِیسیا میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ بعد میں وہ پولُسؔ رسُول کے ساتھ ایک تبلیغی سفر پر گیا۔ اُس کے نام کے ساتھ دو اِلہامی خطوط بھی وابستہ ہیں جو اُس نے یونانؔ میں تھسلنیکیوںؔ کی کلِیسیا کو لکھے۔ کلِیسیا میں اُس کی اعلیٰ حیثیت کا اندازہ ہم اِس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ پطرسؔ رسُول اُس کو ''دیانتدارا بھائی'' کہہ کر مخاطب ہوتا ہے۔

لیکن جب پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ یہ خط لکھنے میں سِیلاسؔ کی مدد لی ہے تو ذہن میں سوال اُبھرتا ہے۔ اگر پطرسؔ کو یہ خط لکھنے میں سِیلاسؔ کی مدد کی ضرُورت تھی تو پھر یہ اِلہامی خط کیسے ہُوا؟ اِس سوال کو سمجھنے کے لِئے ہمیں اِلہام کا مطلب سمجھنے کی ضرُورت ہے۔ پہلے باب کی ۱۱ آیت میں پطرسؔ رسُول کہتا ہے کہ یہ مسیح کا رُوح تھا جس سے متاثر ہو کر قدیم زمانے کے نبی کلام کرتے تھے۔ یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ مسیح کا ایک نام ''خُدا کا کلام'' ہے۔ لہذا جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں کتاب یا خط اِلہامی ہے تو ہمارا کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اِس میں خُدا کا کلام ہے جو مسیح کے رُوح کی معرفت دیا گیا۔ لیکن مسیح نے نبیوں اور رُسولوں کو اپنا کلام اِملا یا حکم کے طور پر نہیں لکھوایا۔ اُس نے اُن کو جنہیں خُدا کا کلام دیا اِس سے بھی کہیں اعلیٰ مقام بخشا۔ رسُولوں سے مخاطب ہوتے ہُوئے اُس نے فرمایا، ''اب سے مَیں تمہیں نوکر نہ کہُونگا کیونکہ نوکر نہیں جانتا کہ اُس کا مالک کیا کرتا ہے بلکہ تمہیں مَیں نے دوست کہا ہے، اِس لِئے کہ جو باتیں مَیں نے اپنے باپ سے سُنیں وہ سب تُم کو بتا دیں۔'' (یُوحنّا ۱۵:۱۵) پَولُسؔ رسُول لکھتا ہے، ''پس ہم مسیح کے ایلچی ہیں۔ گویا ہمارے وسیلہ سے خُدا اِلتماس کرتا ہے۔۔۔'' (۲۔کُرنتھیوں ۲۰:۵)

لہذا ہم نے دیکھا کہ مسیح نے اپنے چُنے ہُوئے رسُولوں کی اہلیت و قابلیت کو خُدا کا کلام پہنچانے کے لِئے اِستعمال کِیا۔ اِس اِلہامی خط کا پیغام پطرسؔ رسُول کے سُپرد کِیا گیا۔ بِلا شک و شبہ پطرسؔ نے یونانی میں کلام کِیا، مگر یہ اُسکی مادری زبان نہیں تھی۔ اِسی لِئے اُس نے سِیلاسؔ کو شامل کِیا تاکہ زبان

کے معاملے میں اُس کی مدد کرے۔ کِسی کو بھی یہ سوچنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیے کہ جب کہ مسیح نے خُدا کا کلام پھیلانے کے لِئے لوگوں کو چُنا اِس لِئے بائبل مُقدس میں لکھے جانے والے لفظ محض آدمیوں کے لفظ ہیں یا اُن لفظوں کو آدمیوں نے تشریح و تفسیر کر کے پیش کِیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بائبل درحقیقت خُدا کا کلام ہے۔ پطرسؔ رسُول لکھتا ہے، ''اور پہلے یہ جان لو کہ کتابِ مُقدس کی کِسی نبُوّت کی بات کی تاویل کِسی کے ذاتی اِختیار پر مَوقوف نہیں۔ کیونکہ نبُوّت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہُوئی بلکہ آدمی رُوح اُلقُدس کی تحریک کے سبب سے خُدا کی طرف سے بولتے تھے۔'' (۲-پطرس ۱:۲۰-۲۱)

جب پطرسؔ کہتا ہے کہ 'خُدا کا سچا فضل یہی ہے'' اور اپنے پڑھنے والوں کو ہدایت دیتا ہے کہ ''اِسی پر قائم رہو'' تو وہ وہی بات کر رہا ہے جس کا ذکر اُس نے اپنے پورے خط میں پہلے کر دیا ہے۔ خاص طور پر اُس نے مسیح کے پیروکاروں کو یاد دِلایا کہ خُدا ''۔۔۔تُمہارے تھوڑی مدّت تک دُکھ اُٹھانے کے بعد آپ ہی تمہیں کامل اور قائم اور مضبوط کرے گا۔'' (۱-پطرس ۵:۱۰) صِرف خُدا کے فضل پر بھروسہ کر کے ہی مسیح کا پیروکار دُکھ تکلیف برداشت کر سکتا ہے، اور جو خُدا کے فضل پر بھروسہ نہیں کرتے اُن پر دُکھ تکلیف غالب آ جاتا ہے۔

پطرسؔ رسُول ''بابلؔ میں'' رہنے والی اور اپنے ''بیٹے مرقسؔ'' کی طرف سے سلام بھیجتا ہے۔ یہ مرقسؔ شاید برنباسؔ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ اُس نے ایک تبلیغی سفر میں پولُسؔ رسُول اور برنباسؔ کا ساتھ دیا۔ بعد میں اُس نے رُومؔ میں

خدمت کی جبکہ پَولُسؔ رسُول وہاں جیل میں تھا۔ وہ پطرسؔ رسُول کا ساتھی بھی تھا، اور کیونکہ پطرسؔ رسُول مسیح کی زمینی خدمت کا ایک بہت بڑا گواہ تھا اِس لِئے اُس کے دِل میں مرقسؔ کی اِنجیل لکھنے کی تحریک جاگی، جو سمجھا جاتا ہے کہ چار اناجیل میں سب سے پہلی اِنجیل ہے۔ پطرسؔ رسُول اُس کو اپنا بیٹا کہتا ہے۔ جسمانی رشتے کی وجہ نہیں بلکہ رُوحانی رشتے کی وجہ سے۔

عین ممکن ہے کہ پطرسؔ رسُول کِسی ایک شخص کی طرف سے نہیں بلکہ بابلؔ کی پوری کلِیسیا کی طرف سے سلام بھیج رہا ہے۔ لیکن یہ ایک بحث مباحثے والا مسئلہ ہے کہ کِس بابلؔ سے وہ یہ خط لکھ رہا ہے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اُس نے اُسی طرح بابلؔ کا ذکر رُومؔ کے پوشیدہ حوالے سے کِیا ہے جس طرح یُوحنّاؔ رسُول نے مکاشفہ کی کتاب میں کِیا ہے۔ یہ نظریہ اِس لِئے قابلِ قبول نہیں کیونکہ اپنے خط میں پطرسؔ رسُول نے جغرافیائی مقامات کے لِئے کہیں بھی مثالی یا تمثیلی نام اِستعمال نہیں کِئے۔ گو عین ممکن ہے کہ پطرسؔ رسُول نے رُومؔ ہی میں وفات پائی، بائبل مُقدس میں کہیں بھی کوئی اشارہ نہیں ہے کہ اُس نے رُومؔ میں کلِیسیا کی تعمیر میں یا ترقی میں حِصّہ لیا یا اُس نے وہاں خدمت کی۔

کئی لوگ سمجھتے ہیں کہ پطرسؔ رسُول نے یہ خط ایک رُومیؔ قلعہ سے لکھا ہے جو بابلؔ کہلاتا تھا، اور جو مِصرؔ میں قاہرہؔ کے قریب واقع تھا۔ اِس نظریئے کی بُنیاد اِس بات پر ہے کہ مرقسؔ مِصرؔ کی کلِیسیا کو کھڑا کرنے میں بڑا سرگرم تھا اور مرقسؔ کا ذکر پطرسؔ نے اپنے خط میں کِیا ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ مرقسؔ نے مِصرؔ میں تبلیغ کی، لیکن ایسا لگتا ہے کہ پطرسؔ رسُول کی وفات کے بعد اُس

کی خدمت کا بیشتر حِصّہ وہاں گزرا۔ اگر یہ بات دُرست ہے تو غالباً پطرسؔ نے اپنا یہ خط مِصرؔ سے نہیں لکھا ہو گا۔ اور اگر پطرسؔ مِصرؔ کی کلِیسیا میں ایک بُزُرگ کے عہدے پر تھا تو عجیب سی بات ہے کہ پطرسؔ کی بجائے مرقسؔ کو کلِیسیا کا بانی مانا جائے۔ جب اِن حقائق پر غور کِیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پطرسؔ رسُول نے یہ خط قدیم شہر بابلؔ سے لکھا ہے جو دریائے فراتؔ کے کنارے واقع ہے۔ اور ایشیائی کلِیسیا کے رسم و رواج سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اپنا یہ خط لکھنے کے وقت وہ وہیں پر تھا۔

پطرسؔ رسُول اپنے خط کے آخر میں لکھتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کے لِئے ضرُوری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو محبّت کے بوسے سے ملیں۔ یُوں لگتا ہے کہ پطرسؔ جن لوگوں کو خط لکھ رہا ہے اُن میں بوسے سے مِلنا ایک عام بات تھی۔ آج بھی دُنیا کے مختلف حِصّوں میں لوگ ایک دوسرے کو بوسہ کر کے مِلتے ہیں۔ ہمارا ایک دوسرے کو مِلنے کا طریقۂ کار کیسا بھی کیوں نہ ہو لیکن ہمارے دِل کا رویہ، ہمارے سلام و بوسے سے ضرُور مِلنا چاہیے۔ بہت سے لوگ ہیں جو بڑی گرم جوشی سے مِلتے ہیں مگر اُن کے دِل میں نفرت و کدُورت بھری ہوتی ہے۔ لیکن مسیح کے پیروکار کے لِئے ضرُوری ہے کہ وہ جس محبّت و چاہت کا اظہار سلام و بوسے کرتا ہے وہی اُس کے دِل میں بھی ہونی چاہیے۔

پطرسؔ رسُول اپنے خط کو اِس دُعا کے ساتھ ختم کرتا ہے کہ مسیح کے پیروکار امن و سکون سے رہیں۔ امن و سکون کا مطلب دُکھ تکلیف سے چُھٹکارا نہیں، لیکن اِس یقین و بھروسے کے ساتھ کہ خُدا ہم سے محبّت رکھتا ہے پُر اُمید

ہو کر دُکھ تکلیف برداشت کر سکتے ہیں۔ اِس قِسم کے پیار کا تجربہ صِرف مسیح کے پیروکار کو ہی ہو سکتا ہے۔ پطرسؔ رسُول نے اپنے پورے خط میں بہت سی برکات اور جلالی مستقبل کے بارے میں لکھا ہے جو خُدا، مسیح کے پیروکاروں کو دے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے اپنی زندگی مسیح کے سُپرد کر دی ہے تاکہ اِن برکات کو حاصل کر سکیں؟ اگر آپ نے ابھی تک مسیح کی پیروی نہیں کی، تو ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی مسیح کے سُپرد کر دیں تاکہ آپ بھی امن و سکون اور زندہ اُمید کا تجربہ کر سکیں۔